TIGHT BINDING BOOK

UNIVERSAL LIBRARY
OU_222605
UNIVERSAL LIBRARY

فضا 1514 ل ۳۱ع ۱۹۸
گوبند پرشاد
شیریں خسرو

OUP—880—5-8-74—10,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱.۵ د ۳۱ ل   Accession No. 1514

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

بصنع صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

نسخۂ نادر بیان من تصنیف سرآمد شعرا منشی گوبند پرشاد صاحب تخلص فضا

مثنوی خسرو شیرین [illegible]

بحسن صحت مصنف بنظر ثانی لالہ رادھی لال صاحب تاجر کتب بماہ [illegible] شد

در مطبع [illegible] واقع گولہ گنج لکھنؤ بسعی [illegible] طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جھکا سر اے قلم لکھ حمد باری — کہ حاصل ہو سخن کو پائداری
وہ ایسی بارگاہ کبریا ہے — گدا جس آستان کا بادشاہ ہے
وہی شاہنشہ کون و مکان ہے — وہی سلطان ملک جسم و جان ہے
وہی موجود ہی معبود مسجود — کہ ہی نابود بود اور بود نابود
وہی ہی عالم پیدا و پنہان — وہی ہی ناسخ طومار عصیان
بظاہر گرچہ وہ سب سے نہان ہے — ولیکن عین باطن ہے عیان ہے
اوسی جلوہ کا اک عالم ہی سایا — کہین عاشق کہین معشوق پایا
اوسیکے نور سے ہی چشم بینا — اوسی ہی طور سینا ہی یہ سینا
وہی عاشق ہی جانانہ وہی ہے — وہی ہی شمع پروانہ وہی ہے
وہی ہی فاختہ بلبل وہی ہے — وہی سرو گلستان گل وہی ہے
نہین ہے گر اثر اوسکا ہویدا — تو کیونکر ہی زبان انسانکی گویا
زبانون پر سخن ہنکر عیان ہے — سخن مین صورت معنی نہان ہے
توانا اک وہی نام خدا ہے — توہی زور تن بیدست و پا ہے
وہی ہی دار و وہی درد غریبان — وہی عشرت دہ عشرت نصیبان
جو نیسان کرم اوسکا دُربر ہے — سمندر مین صدف موتی گہر ہے
یہ اوسکا ابر رحمت در فشان ہے — کہ دریای سخن لب پر روان ہے
بناکر اک کتاب آفرینش — محشے کی بعلم و عقل و بینش
لکھا دیباچہ لوح جبین کو — نہین ہے فہم جسکا نکتہ بین کو
یہ ادنی اوسکی قدرت ہے نمایان — کیا پید البشر خوبی کا دیوان
کیا ہی منتظم اعضا سے اعضا — کیا اشعار ہو مین حسن پیدا
کیا ترکیب بند چار پیوند — کیا ابیات تن کو قافیہ بند
ہر اک انگشت ہی مصرع غزلکا — ولادت مطلع او مقطع اجل کا

رگ و نسوں کی ہی کیا شیرازہ بندی
عطا کی جلد تن کو دلپسندی
کیا ہی نور سے اپنے مجلا
بنائی لوح پیشانی مطلا

محبت کا ہی مضمون عاشقانہ
ہوا پابند جسکا اک زمانہ
عیاں قدرت سخن مضمون جان ہے
وہ جان ہے پاک نور حق نہان ہے

غرض بیمثل اوس خالق کی ہی ذات
فضا اب صدق دل سے پڑھ مناجات
تخلص مصنف ۱۲

اوسکی مناجات ہی جو قاضی الحاجات ہے

خداوندا مری امید بر لا
کرم سے مجکو راہ راست پر لا
بہت غربت میں اب میں مبتلا ہوں
گنہ آلودہ میں سرتاپا ہوں

ہوا ہوں خاک راہ مستمندی
ہوائی لطف سے دی سربلندی
ہوا میں بادۂ غفلت سے بیہوش
برنگ جام ہوں میں اب خاموش

نہ مجھسے راستی کوئی کام آیا
زبان پر بھی نہ تیرا نام آیا
یہی ہے ذکر صبح و شام لب پر
کہ ہو یارب مرا انجام کیونکر

مرا آئینۂ دل ہی سراسر
وفور زنگ عصیاں سے مکدر
مجلا صیقل رحمت سے کر اب
کہ ہو شکل حقیقت جلوہ گر اب

نہیں ہوں میں اگر بخشش کے لائق
ترا لطف و کرم ہے سب پہ فائق
اگرچہ ہیں گنہ میرے شب تار
کرم تیرا ہی خورشید پر انوار

نہیں دنیا میں اک مجھسا گنہگار
نہیں تجھسا کوئی ستار و غفار
بہت کچھ نعمت دنیا مجھے دی
گنا ہوں پر نہ کچھ میری نظر کی

بجا لاؤں کہاں تک شکر تیرا
نہیں ہرگز رسا کچھ ذہن میرا
پر اب میں چاہتا ہوں ایسی دولت
رہے قائم جو تا روز قیامت

نہیں تیرے سوا ایسا کوئی اور
کرے حاجت روا جو میری فی الفور
کرم سے تیرے ہی امیدواری
یہی ہے مجکو ہر دم خواستگاری

کہ نیکی ہی ہو مقصد کا سرانجام
جہاں میں تا کہ میرا نیک ہو نام
نہ رکھ رحمت سے اپنی دور مجکو
سمجھ بیچارہ و مجبور مجکو

عطا کر ایسی کچھ طاقت زبان کو
کروں خوبی سے نظم اس داستان کو
دعا مقبول ہو اے رب غفار
بحق مصطفے و آل اطہار

نعت سرور کائنات صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جو رہبر ہدایت و شفیع عصیان بنی آدم کی

محمد رہنمائے انس و جان ہے
رسول کبریائے دو جہاں ہے
وہ ہے مہر سپہر رہنمائی
حبیب بارگاہ کبریائی

وہ محبوب جناب کبریا ہے
شفیع المذنبین روز جزا ہے
وہ ہے رکن رکین دین پناہی
کلید مخزن اسرار الٰہی

لقب ہے سید کونین ذیشان
خدا قرآن میں ہے اوسکا ثناخوان
ہوا دنیا میں یہ رتبہ ہی کسکا
سر عرش برین پایہ ہو جسکا

کیئے پیدا قوانینِ شریعت
عیان جس سے ہوا رازِ حقیقت
جہانمین زینتِ آدم ہوا اوس سے
بنا ہی دینِ حق محکم ہوا اوس سے

اوسیکا پاسِ خاطر تھا خدا کو
کیا پیدا جو اس ارض و سما کو
جہانمین جو کہ ہین اربابِ ایمان
کتابِ دین جیے اوس سے ہین سبق خوان

ہوا انگشت کا جسدم اشارہ
کیا اعجاز سے مہ کو دو پارہ
شبِ معراج وہ حکمِ خدا سے
ہوا عازم تو پھر گذرا سما سے

سوا ایمین براقِ برق کردار
فرشتون نے بنائی جسکی رفتار
ہوا قربان اوس پر چرخِ ہفتم
کیئے جسنے تصدق نقدِ انجم

ہوا جب قربِ رب اوسکو میسر سے
ہوا فائق تمامی انبیا سے
ہوئے عقدے جہانمین جو کہ لا حل
کیئے اعجاز سے سر تا پا حل

نبی ایسا کوئی دنیا مین پیدا
نہوا آگے نہ اب ہے اور نہوگا
نہین ہرگز یہ طاقت ہے زبان کو
جو نعتِ مصطفےٰ کچھ بھی بیان ہو

نہین توصیف کا ہی مجکو یارا
کرون اب عرضِ مطلب آشکارا
دعا میری یہ ای شاہِ امم ہے
مجھے بھی تجھسے امیدِ کرم ہے

مجھے درکار ہے اب رہنمائی
کر اب میری بھی کچھ عقدہ کشائی
کہ لطفِ عام تیرا جسپہ اب ہو
جو ہے مقصد ہر اک حاصل وہ سب ہو

مدحِ بادشاہِ جمجاہ سلطانِ عالم ہے جو باعثِ آسایشِ جانِ عالم ہے

زمانے پر ہوا جب فضلِ باری
چلی ہر سمت بادِ نوبہاری
ہوا شاہِ اودھ وہ شاہِ عادل
نہین جمشید بھی جسکو مقابل

شہِ والا تبار و نیک اختر
سزاوارِ نگین و تخت و افسر
تر ہی ہے واجد علی سلطانِ عالم
ترجِ جود و سخاوت جانِ عالم

وہ ہے خورشیدِ اوجِ بادشاہی
مجسم سایۂ ظلِّ الٰہی
خدا نے یہ دیا رتبہ دل افروز
خجل ہین ماہ و خور جس سے شب و روز

شہنشاہی سے پایا تخت جس شب
دعا گویان ہوئی اہلِ جہان سب
زر و یاقوت سے ہے تخت پُرنور
ہر اک پایہ چمک مین شعلۂ طور

جو بھیجا تا فلک فرمانِ شاہی
نہ فرمان ہوا سے تا بماہی
ہوئے دربانِ در فغفور و قیصر
بنا آئینہ دار اوسکا سکندر

سرانِ شہریارِ ہفت کشور
جھکاتے ہین سر اوسکے آستان پر
کیا آراستہ اوسنے جہان کو
زمین سے رشک آیا آسمان کو

نسیمِ فیضِ شہ سے رنگ و بو ہے
کہ رشکِ خلد شہرِ لکھنؤ ہے
گہر ریزی جو کی دستِ کرم سے
کیا آزاد محتاجون کو غم سے

یہ دستِ فیض ہے اوسکا گہربار
کہ حاتم اوسکا ہی اک کیسہ بردار
عدالت کا یہ اوسکی نشان ہے
کہ دزد اسباب کا خود پاسبان ہے

بہر رکھتا ہے وہ طبعِ سخندان
کہی ہے مثنوی بھی اور دیوان
ہر اک علم و ہنر کا قدردان ہے
کوئی جوہر نہین اوس سے نہان ہے

اوسی منظور ہر آسایش خلق
دعا میری یہی شام و سحر ہے
کہ ہی مد نظر آسایش خلق
خدا سے مجکو امید اثر ہے
یہ جمعیت ہوئی ہر اک کو حاصل
رعیت کی یہ سلطان سکندر جاہ ہے
ہوا ہر شخص اپنے فن مین کامل
جہان مین وہ ہے رہ جبتک جہان ہے

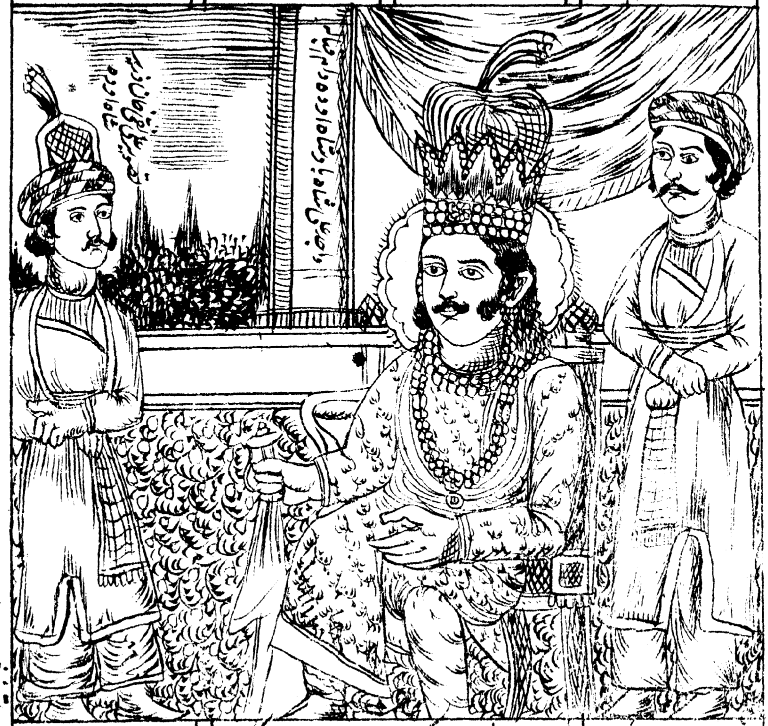

بیان سبب تالیف کتاب بعنایت خدا جہان آفرین

اوسی سلطان عالم ...
طبیعت ...
...
زبان کو ... رفتہ رفتہ
مین ... کہ تہا اونکا ...
کہ کرو ایجاد کوئی قصہ منظوم
اسی تجویز مین تہا ...

اگرچہ مجہکو تہا ذوق شعر حاصل
مگر ... بایا
کلام ... رفتہ رفتہ
تخلص اپنا مین کرتا فضا ہون
بیان ایسی ہو جس سے معلوم
طبیعت پر خیال آیا یہ اک دن

سبب شعر و سخن سے حظ اٹہایا
ز بس ذات اونکی عمان سخن ہے
باعث مین اک شاگرد اونکا
بہت کی فہم مین اپنی اوقات
رہی کچھ یادگار دوستان بہی
کہ گزرا شاہ ملک خوش کلامی

شباب عمر تہا اور ذوق اشعار
جو میٹہو لال استاد پایا
جہاں مین اونکا فیضان سخن ہے
اونہین کے فیض سے سجبان ہے گویا
پہر آخر دل مین ٹہیرائی یہی بات
نہو جسوقت میرا کچھ نشان بہی
سخندان و سخن پرور نظامی

وہ تھا اک بحر مواج بلاغت
سوار رخش میدان فصاحت

لکھی اک مثنوی دلچسپ و نیکو
بیان ہے قصۂ شیرین و خسرو

زبان فارسی میں وہ بیان ہے
زمین شعر میں دریا رواں ہے

در مضمون کے قیمت کا یہ ہے رنگ
سخن کی جوہری بھی ہیں جہاں دنگ

یہ بھی چاہا کہ گر ہندی زباں ہو
تو آسانی سے حظ داستاں ہو

بہت ہے ہند میں ہندی کا چرچا
کہ مشکل ہے سمجھنا فارسی کا

اگرچہ امر یہ بھی دشوارتر تھا
ولیکن قول یہ مد نظر تھا

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد

غرض اب یہ قضائے دل شکستہ
بیان کرتا ہے مطلب دست بستہ

کہ عالی طبع جتنے ہیں سخنور
بخوبی بات یہ روشن ہے ان پر

کہ فن شاعری ہے سخت مشکل
نہیں پیدا ہے اس دریا کا ساحل

شناور ہو اگر کتنا ہی مشتاق
رسائی تا بساحل ہے مگر شاق

ہزاروں اسمیں غوطے جبکہ کھائے
در مقصود شاید ہاتھ آئے

نہیں ماہر میں اسکے رنگ بد سے
کیا تصنیف اسکو اس نظر سے

کہ جتنے طالب ہندوستاں ہیں
صفا اندوز طبع رستاں ہیں

فقط اس واسطے حظ اوٹھائیں
مری اس لوح کو ہی پڑھ جائیں

جہاں کچھ عیب اسکا ہو نمایاں
کریں وہ دامن بخشش میں پنہاں

بدی کو چھوڑ کر دیں نیکنامی
بقول نیک مولانائے جامی

بقدر وسع در اصلاح کوشند
اگر اصلاح نتوانند پوشند

اب آغاز داستان ہے سحر کا بیان ہے

بلا اسباب تھا ایسی کوئی مے
باسانی مساعد جسمیں ہو طے

بہت مشکل ہے جو نوطرز سخن ہے
مجھے درکار صہبائے کہن ہے

لکھوں ایسا میں اک افسانۂ عشق
کہ پیدا ہو دلوں میں اثر عشق

ہوا سابق میں جو کوئی سخنگو
بیان کرتا ہے یوں اس داستاں کو

کہ تھا نوشیرواں سلطان عادل
سپہر معدلت کا ماہ کامل

ہوا جب روز دولت اسکا آخر
ہوئی شام اجل موجود حاضر

جو مہر زندگی مغرب میں آیا
تو بس گور عدم میں منہ چھپایا

پسر ہرمز جو تھا با جاہ و تمکین
ہوا رونق دہ اورنگ زریں

نچھوڑا رسم و آئین پدر کو
یہی دنیا میں لازم ہے پسر کو

عدالت سے کیا ہر اک کو راضی
غم کسری ہوا عالم سے ماضی

کسی شئی کی نہ اسکو جستجو تھی
مگر دل میں پسر کی آرزو تھی

اسی غم سے سدا رہتا تھا غمگیں
سمجھتا ہیچ تھا سب جاہ و تمکیں

ہمیشہ دل سے با صد کامرانی
فقیروں کی وہ کرتا میہمانی

نیاز و نذر کی جب اونسے پیہم
ہوا فضل خداوند دو عالم

اثر دیکھا فقیروں کی دعا سے
ہوا پیدا پسر فضل خدا سے

منور حسن سے روئے پسر تھا
تھا یا کہ وہ رشک قمر تھا

رخ انور سے روشن فرش تا ماہی
جبیں سے تھا عیاں نور الٰہی

جو دیکھا شہ نے اسکا روئے تاباں
ہوا صانع کی قدرت کا ثنا خواں

کیا تجویز شہ نی شادمان ہو — کہین سب خسرو پرویز اسکو
اوسی رکھتی تھی دایہ بربین شادان — پلاتی شیر تھی با شکر جان

وہ رکھتی حفظ مین جان سی فزون تر — صدف رکھتی ہی بر مین جیسے گوہر
جو بزم شہ مین آتا گل کی مانند — تو ہوتی محو سب بلبل کی مانند

لگا چلنی جو پانون وہ خوش اقبال — محبت مین لگے دل اوس پہ پامال
ہوا جب پنچسالہ وہ شکر خا — مذاق قند تھا یا تو نسی پیدا

دم گفتار ہوتا تھا شکر ریز — اوسی تھا لقب اوس گل کا پرویز
غرض جب اوسنی ہوش اوسی سنبھالا — تو باہر پانون خوبی نی نکالا

عزیز دل تھا بس وہ شکر لب — سمجھتے یوسف مصری اوسے سب
بٹھایا شہ زادہ اوسکو پیش استاد — مقید علم کی ہو طبع آزاد

جو مکتب مین اوسی کچھ روز گذرے — ہوا وہ بہرہ ور علم و ہنر سے
جو تھی پہلی ہی لعل اوسکی شکر خا — ہوئی قند مکرر پھر سراپا

ہوا اسان ہم جب اوسکو اعدا — رہا لہو و لعب سی ہر طرح باز
ہوا آگاہ وہ جب علم و ہنر سے — تو رکھا ہاتھہ پھر تیغ و تبر سے

ہوا جب پہلوانی پر وہ مائل — کیئی ہر پہلوان کے ہوش زائل
علم کرتا تھا وہ شمشیر جس دم — تو کر لیتا تھا بس قبضے مین عالم

کبھی سو پہلوان سی تھا فوق ہو — نکر سکتے تھے زہ اوسکی کمان کو
شکار افگن جو ہوتا تھا وہ ذی جاہ — دبکتی شیر تھے مانند روباہ

ہوا شہزادہ ہر اک فن مین کامل — دلیر و پہلوان ہشیار و عاقل
وہ پہونچا جب بحد چاردہ سال — ترقی پر تھا اوسکا جاہ و اقبال

بزرگ ایسا اک مرد یگانہ — کہ تھا دانش مین یکتائی زمانہ
اوسی معلوم تھا علم ریاضی — بتاتا حال استقبال و ماضی

بہت سیر اوسنی کی تھی جہانکی — خبر رکھتا تھا زمین و آسمان کی
زبس ہر فن مین تھا وہ مرد کامل — اوسی حکمت سی بھی بہرہ تھا حاصل

غرض خسرو کو با صد مہربانی — بتائی اوسنی راز آسمانی
پڑھی خسرو نے سب قانون حکمت — ہوئی حاصل ارسطو کی طبیعت

سوا صحبت کے اوسکی صبح اور شام — نہ شہزادہ کو خوش آتا کوئی کام
جو دیکھا شہ نے خسرو کو ہنرور — تو رکھا جان سی اپنی فزون تر

پسر کی خیر تھی ہر دم جو منظور — کیا تھا عدل سی عالم کو معمور
منادی شہ کی تھی ہر روز و ہر شب — دل آزاری کا پیشہ چہوڑ دین سب

نہ رسم بد کا کوئی مرتکب ہو — نہ آزردہ کری کوئی کسیکو
نہ زور آور ضعیفو پر کرین زور — نہ ایذا پای پای پیل سی مور

نگاہ بد کسی پر جو کہ ڈالے — پڑینگے زندگی کے اوسکو لالے
کریگا جو کہ محتاجون پہ بیداد — تو ہوگا قید ہستی سی وہ آزاد

عدالت تھی جو یون شہ کی جہان مین — بہر دولت رعیت تھی امان مین

رہنا خسرو کا شکارگاہ مین اور حقیر ہونا باپکی نگاہ مین

پلا ساقی شراب ارغوانی — کہ تازہ جس سے ہو رنگ جوانی
چلی اک دن جو باد صبحگاہی — اوٹھا وہ سرو باغستان شاہی

کہ یعنی خسرو پرویز شادان | شکار افگن ہوا سوی بیابان
شتابان سے وہ پہونچا وہ خوش خو | نظر آیا وہان سبزہ لب جو
وہ بیٹھا اوسجگہ با ہوشیاری | کیا آغاز شغل بادہ خواری
رہا شب منتظر تا آخر روز | اوٹھا سینے مین بیتابی سے اک سوز
او نہر تو شب کو خواب آیا نہ زنہار | خوشی سے تھا وہ شہزادہ بیدار
کیا تجویز اوسنے ایک خانہ | ہوئی ترتیب بزم خسروانہ

شکار و سیر وہ کرتا رہا وان | ہوا پھر دو سے اک گہ نمایان
جو دیکھا مرغزار سبز و خرم | تو یاد آئی شراب سرخ اوس دم
شکار افگن ہوئی وان شام جس دم | غزال مہر گردون کر گیا رم
کہ سارا روز گذرا ہو گئی شام | کیا خسرو نے کس جا آج آرام
بیابانی اوسجگہ پینے لگا مے | ہوا خواہان چنگ و بربط و نے
ہوئی وان صحبت یاران جو باہم | چلا پیمانۂ صہبا دمادم

مجمع مطربان

وہین حاضر ہوئی مطرب خوش آہنگ | لگی اوڑنے صدای بربط و چنگ
دم غوری غلام شاہزادہ | کہ تھا بس شوخ چشم و مست بادہ
درخشندہ ہوئی جب صبح پر نور | سیہ کاری شب یکسر ہوئی دور

قضارا اسپ وہ بھاگ گران | گیا جو سبزہ زار کشت دہقان
جو نکلا سیر کو وہ شاد و مسرور | گیا باغوں کی غارت اور انگور
کیا تیغ شعاع مہر نے جب | قلم یکدست دست ظلمت شب

تو آیا خسرو مست کو ہوش
حقیقت کہ غلام و اسپ کی گوش

ہوئی خوف پدر سے بیقراری
دو چندان ہو گیا اوسکا بھاگ

جو تھی غماز اشرار بخیت
ہوئی حاضر حضور صاحب تخت

کیا یون عرض سلطان عادل
ملکزادی نے کی بیداد کامل

ہوا تھا صیدگہ مین کل جو نشت باش
ہوئی ہاتھ سے اوسکے رسم بد فاش

کہ اسپ اوسکے نے کھائی کشت دہقان
ہوئی ہر دم بہت تنگ و نالان

غلام اوسکے نے توڑی خوشہ چند
کیا ہرگز نہ کچھ خوف خداوند

بزور اک خانۂ درویش لیکر
بنا کی بزم نای و نوش تس پر

سوا اوسکے اگر کرتا کوئی اور
تو شہ کرتا نہیں معلوم کیا طور

اگر کعبہ سے ہووے کفر برپا
مسلمانی رہے کس طور برجا

ہوئی رسم عدالت کی تمامی
کہ آیا راست یہ قول نظامی

زند بر ہر رگی فصاد صد نیش
وے دستش بلرزد بر رگ خویش

ہوا سنتے ہی شاہنشاہ برہم
لگا غصے سے کھانے پیچ ہر دم

دیا لوگونکو اوسنے حکم جیسا
بمجبوری کیا اون سب نے ویسا

کیا گھوڑے کو لاکر پی بریدہ
ہوا ہر ایک جسپر آبدیدہ

بلا انگور کی مالک کو سمجھا
کیا وہ بندۂ غوری حوالا

بیا خسرو کا جسکے گھر مین تھا تخت
ادہی درویش کو بخشا وہ سب رخت

ہوئی اون مطربونکی بخت ناساز
شکستہ کر دیا ستار با ساز

وہ شیشہ جی کا جو دیتا تھا راحت
نصیب اوسکو ہوا سنگ ملامت

شہنشہ کی علم تیغ غضب تھے
پھر اک دم شاہزادی کی طلب تھے

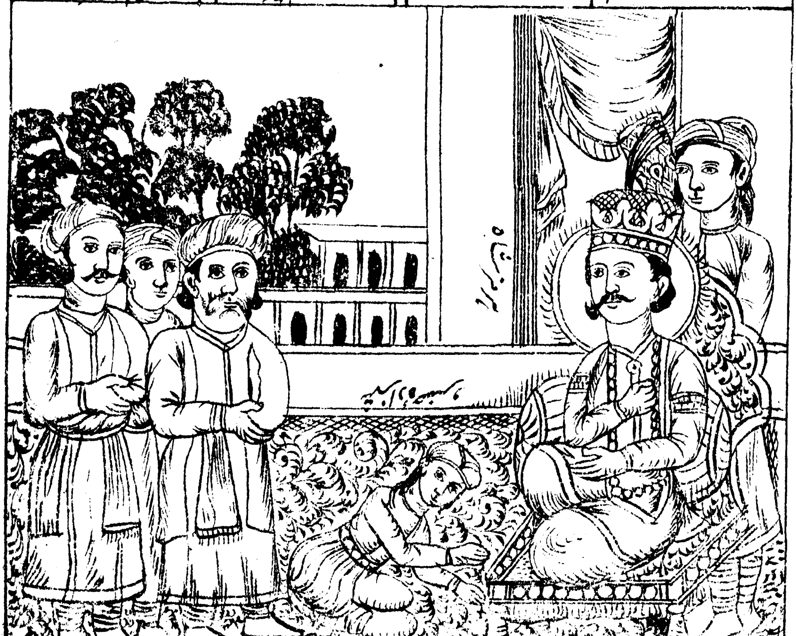

پدر خسرو کا تھا جو شاہ عادل | کیا ہرگز نہ اپنا حکم باطل
یہی تھا اوسکی شایان ریاست | کہ شہزادہ پہ کی اتنی سیاست

غرض خسرو تھا اک سبزہ خزان | ہوا ہیبت سے مثل بید لرزان
اوٹھایا نہ پھر غیرت سے نہار | دیا ناخن سے غم کی دلکو آزار

جو تھے شہ کے بزرگان اقارب | شفاعت کا ہوا ہر اک سے طالب
گنہگاروں کی صورت دست بستہ | حضور شہ گیا دلگیر و خستہ

فگندہ ہو گیا وان بر سر خاک | یہی کہنے لگا با چشم نمناک
کہ بس ای شاہ کشور گیر بس بس | عقوبت ہو چکی حاصل مجھے بس

اگر ہے حکم خونریزی بھی مجھپر | نہیں طاقت کہ پھیرون حکم سے سر
پر اب امید لطف شہ سے ہون | اگرچہ غرق دریای گنہ ہون

ہوا اسے مندہ مین فعل کونسے | مجھے آغوش بخشش مین جگہ دے
یہ کہکر رکھدیا قدمون پہ سر کو | اوٹھایا پھر نہ ہرگز چشم تر کو

بزرگون نے شفاعت کی نہایت | کیا وان گریہ و زاری نہایت
یہی کہتے تھے شہ کو لب بدندان | کہ جو اب ہے سر الیکن بخشدان

نہیں شایان عدل شہریاری | جو کی عوض باری کی کناری
بہاتی سیل تھے ہر اک کی چشم | بجھی آخر کو شہ کی آتش خشم

جو کی خسرو نے اتنی بردباری | ہوئی ثابت نہایت خاکساری
تو جانا شہ نے ہوگا صاحب جاہ | کہ ہے اقبال و دولت اسکی ہمراہ

ہوئی پھر شہ کی وسے مہربانی | اٹھایا بر سر صد شادمانی
بلا کر افسران فوج یکسر | کیا خسرو کے تابع فوج و لشکر

اوٹھا خسرو وہان سے ہوکے خوشحال | لگا ہر دم دکھانے راہ اقبال

خسرو کا خواب میں جانا اور نوشیروان سے بشارت پانا

پلا ساقی وہ صہبای طہارت | خوشی کی جس سے ہو دلکو بشارت
دکھاتا ہے فلک کچھ اور ہی ڈھنگ | کہ آتا دل پہ ہر اب عشق کا رنگ

ہوئی اک دن نمایان جسگھڑی شام | تو وہ شہزادہ فرخندہ فرجام
ہوا خلوت نشین خلوت سرا مین | رہا مشغول ان یاد خدا مین

جو گذری نصف سے کچھ رات افزون | تو دیکھا اوسنے یہ خواب ہمایون
کھڑا نوشیروان ہے پیش نظر ہے | وفور لطف سے دیتا خبر ہے

یہ کہتا ہے کہ ای میرے جگر بند | خدا رکھے جہان مین تجکو خرسند
جو ضائع ہوگئین چیزین تیری چار | کیا تو نے تحمل جان ناچار

عوض اون چار کے چیزین ملین چار | رہین آٹھون پہر جو تیری غمخوار
غلام شکرین لب کی جدائی | جو تو نے اپنے دلپر اوٹھائی

ملی معشوقہ شیرین تجھے ایک | جسکے مثل ہو دلبر کوئی نیک
اوٹھائی ہے جو تلخی ملامت | ملیگی اوسکی صحبت سے حلاوت

گیا گر بے بریدہ تیرا رہوار | ہوا تو تنگدل اوس سے نہایت
ملی شبدیز نام اک اسپ شبرنگ | کہ جس سے اہل ایام ہو تنگ

گیا گر مفت سے وہ تخت تیرا | پر اب یاد ہو ہے بخت تیرا
ملے شاہانہ تجکو تخت ایسا | کہ شاہون کو میسر ہو نہ ویسا

اگر مطرب کا تیری ساز توڑا
صبوری سے نہ تو نے منہ کو موڑا
ملی مطرب تجھے اک بار بدنام
نوا سازی سے جسکے زہرہ ہو رام
علاوہ اسکی پاویگا بہت زر
یہ فرمان ہوں تری ہمت کشی زر
ہوا امید سے خسرو شاد و خرم
کیا شکر خداوند دو عالم
یہ جانا اب یہی ہے بخت بیدار
خلاف اسکے نہیں ممکن کہ انکار

حسن شیرین کا بیان اور عشق خسرو کی داستان

پلا ساقی مجھے اک اور ساغر
کہ ہو مطلب کا میرے جو کہ یاور
نہایت شاہزادہ مشتہر تھا
خیال خواب میں آشفتہ سر تھا
مصاحب خاص شہزادیکا تھا اک
جہاندیدہ نہایت مرد نیک تھا
جہانمیں لوگ وہی کہتے تھے شاپور
زبس صورت گری میں وہ تھا مشہور
لگا خسرو سے کہنے ہو کے خوشحال
کہ ہو اقبال یاور تیرا ہر سال
کہ شاہا کی وہ ہر با خاطر شاد
بہت کی سیر میں صورت آباد
وہاں کی حکمران بس اک پری ہے
کہ جسکی فوج بحر موج زن ہے
تمامی کشور ایران و ارمن
ہے اوس زن کی حکومت میں معین
نہیں طاقت کسی حاکم کی فی الحال
کہ بھیجے نہ خراج اوسکو وہ ہر سال
حصار اوسکی ہزاروں کوہ پر ہیں
خدا جانے خزانے کسقدر ہیں
نہیں گنتی ہے جنس جا بجا کی
کنیزیں جو رہیں خلوت سرا کی
نہیں رکھتی اگرچہ کوئی شوہر
ولی رہتی ہے خوش وہ پاک گوہر
شمیران نام رکھتی ہے وہ خوشخو
مہین بانو بھی سب کہتے ہیں اسکو
ہر اک فصل ہوا میں وہ سنی اکثر
سکونت اپنی کی ہر جا بہتر
جو ہوتی فصل گل ہے جلوہ فرما
تو جا رہتی ہے موقانمیں شب و روز
مکان ارمن ہے بہر فصل گرما
بسر کرتی ہے بردع میں وہ ہر جا
خزاں ہوتی ہے جس روز نمایاں
تو وہ ابخاز میں رہتی ہے شادان
نہیں رکھتی کوئی فرزند و دختر
مگر ہے پاس اک دخت برادر
نہ دیکھا حسن میں اوسکا ہمسر
بت کافر خطا جو ہے وہ دختر
پری ہے یا وہ دخت نازنیں ہے
فروغ ماہ در روشن جبیں ہے
خجل اسکے پیشانی سے ہے چاند
نظر آتا ہے اوسکی رشک سے ماند
سیہ گیسو ہیں اوسکی لیلۃ القدر
زری مو بافی ہے یا لیلۃ البدر
نگاہ غیر کا یہ کب ہے یارا
کرے جو حسن کا اوسکی نظارا
کہ ترک چشم دونوں ہیں سلحدار
نگہدار متاع حسن رخسار
خم ابرو سے گر اک تیغ زن ہے
تو مژہ سے دوسرا ناوک فگن ہے
پر اوس بت نے لگا مسی کی تحریر
کیے ہیں ترک دونوں پابزنجیر
لطافت آنکھ میں پاتا ہے کاجل
گیا دل جسپہ ہر معشوق کا جل
گل رخسار سے کھاتی ہیں گلخار
بہار بیخزاں ہے حسن رخسار
عرق عارض کا گر عطر زا ہے
تو اک قطرے سے سو شیشے بنا ہے
نہیں کچھ احتیاج دانہ و دام
کہ مرغ دل ہو خال و لب سے رام
مزین سلک گوہر میں دندان
عجب موتی کی رکھتی ہے وہ دکان
اگر دیکھو بچشم راست بینی
تو بینا کی دہی خوبی ہے زینے

نہین نسبت ہی قند مصری شکر کو
لب و دندان کے لذت اونہی پائی
لبونپر رنگ پان کا لطف دوہرا
صراحی بلورین ہی وہ گردن
نہین ہین بال شانونپر بچہائے
خجل ہی غنچہ رنگین سے مرجان
وہ پستان ہین بہشتی تازہ دو سیب
بیان کیفیت محرم [illegible]
کرو نہین [illegible] کیا اوسکی کمر کا
[illegible] ہی ساق سیمین [illegible]
نہین [illegible] پانون ہین [illegible]
[illegible]
[illegible] اوسکی [illegible]
کوئی کہتی ہی [illegible]
جوانی [illegible] سب [illegible]
وہ [illegible] ساتھ انکے پونہی ہمراہ
کرے اس روسی عاشق کا جگر چاک
بسر کرتی ہی [illegible]

شکر ریزی ہی حاصل لعل ترکو
کبھی دندان مصری جسنے کھائی
بدخشان مین پڑا ہی جسکا شہرا
نبائی حور نے یہ خوبی تن
کہ لپٹے شاخ صندل مین ہین کالے
جگر خون اوس سے ہی لعل بدخشان
کسیکے ہاتھ کا چھونا نہ آسیب
کہ فکر و وہم نامحرم ہین [illegible]
فقط اک وہم ہے [illegible] نظر کا
ہوائی نور اوس سے [illegible]
[illegible]
[illegible]
ہمیشہ [illegible]
اوڑاتی [illegible] زہرہ [illegible]
[illegible]
[illegible] میں آے [illegible]
تبسم سے نمک چھڑکو [illegible]
ہی طغیانی [illegible] نوجوانی
غرض [illegible]

وہ شیرین لب کیونکر ہوٹھار
مسی مالیدہ دندان مین [illegible]
اگر دیکھی کبھی چاہ زنخدان
دکھاکر نا سہر ہر ایک شانہ
وہ بکھی شمع سان جسنے کلائی
جو دیکھی حور اوبھرا اوسکا سینا
کسیکا دسترس اوسپر اگر ہو
شکم اوسکا ہی شکل آینۂ صاف
[illegible] پار ای گذر ہے
اگر دیکھے [illegible] رنگین [illegible]
بدن پر اوسکی [illegible]
ہزارون [illegible]
[illegible]
ادا [illegible]
گلے میں ڈالکر [illegible]
تبسم [illegible]
[illegible]
جو شیر دیکھے کسکو [illegible]
[illegible] علی [illegible]

نبدہی جاتی ہین لب ہنگام گفتار
گوندہی ہین رشتۂ نیلی مین گوہر
تو قیدی چاہ سے ہو ماہ کنعان
کرے دل تیر ترکش کا نشانہ
نہ پروانہ صفت اوسکو کل آئی
نکل آے خجالت سے پسینا
اوسی حاصل جوانی کا ثمر ہو
ہی اوسکی ناف شہر حسن کی ناف
پھسلتا [illegible] نظر سے
تو زاہد اپنی آنکھوں سے لگائے
[illegible] تاب ہمسری سے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
غصہ سے [illegible] مسکرانا
سر [illegible] عشق [illegible]
[illegible] ساتھ [illegible]

وہ بت رکھتی ہے اک شبدیز شبرنگ
کمیت خامہ جسکے وصف میں تنگ

صفت شبدیز سبک خیز

تگ و دو اوسکی ہے اُس سے کہیں تر
کئی پیچھے اوسکے ٹاپے باد صرصر

فلک پر ابر ساں گر ہو روانہ
نہ لائے تاب گرد تازیانہ

مشبہ گر کرون گر دو نسیم اوسکو
بدن اوسکا خجالت سے عرق ہو

شناور یوں ہو دریا میں شتابی
کہ جیسے آشنا ہو مرغ آبی

ندیکھا خلق میں شبرنگ سا محبوب
نہیں شبدیز تھا توسن خوب

سہِ نو سے فلک با احمندی
کرے ہمراہ اوسکی نعلبندی

نہیں تشبیہ سہ اوسکو گوارا
کہ پیشانی مہ پر ہے ستارا

فلک اک دم نہیں اک جگہ ہے کھاتا
وہ اک دم میں ہے سو کاوے لگاتا

پری نے بھی اوس سے ہمسری کی
کہ ہے عنقا میں یہ صورت پری کی

کیا شاپور نے جب حال اظہار
ہوا اک فتنۂ خوابیدہ بیدار

خسرو کا صبر و ہوش کھونا اور شاپور کا روانہ ہونا

ہوا سنتے ہی خسرو ایسا مشتاق
کہ دی صبر کی طاقت ہوئی طاق
سنا کیا اونہی شیریں کا فسانہ
ہوا تلخ اوس پہ سب عیش زمانہ

مذاق ذکر شیریں تھا لبوں پر
سمجھتا تھا یہی قند مکرر
لگا شاپور سے کہنے وہ خوشخو
کہ ای مرد خرد دیری مجو

یہ افسانہ جو تو نے ہے سنایا
بلا کی تازہ میرے سر پہ لایا
رگ جان پر لگایا ہی جو نشتر
تو رکھ کچھ مرہم تدبیر اسپر

تجھے لازم ہے محنت کا اوٹھانا
طرف شہرت شیریں کے ہے جانا
پہونچیو وہ ہکی ہے تو فی الحال
کسی حیلے سے کر دریافت احوال

گر وہ سلطان ملک خوش ادائے
نہیں کیوں خواستگار کدخدائے
ریاض عیش میں وہ رشک شمشاد
رہے کب تک بہ رنگ سرو آزاد

محبت سے وہ بت رشک پریزاد
کرے گر میل ہوئی آدمی زاد
تو دم کر اوس پہ افسون محبت
لکھ اوسکی لوح دل پر نقش الفت

اگر وہ شمع رو کچھ موم دل ہو
تو مجھ پروانے کا تو حال کہیو
اگر وہ بت نہایت سنگدل ہو
تو کیوں وحشت میں اپنا تنگ دل ہو

غرض اس حال سے جلدی خبر دی | کہ ہے حالت دگرگون سیر کی
یہ سنتے ہی وہ شاپور خرد دے | لگا یون عرض کرنے سر جھکا کر

کہ اے شہزادۂ عالم جوانسال | رہے قائم ہمیشہ تیرا اقبال
ترا بندہ ہون جان و دل سے خواہ | نہیں ہے جز اطاعت دوسرا کار

اگرچہ سامنے ہون شیر و اژدر | نہ تیرے حکم سے پھیرون کبھی سر
مجھے حاصل ہے فن صورتگری کا | اوتارون صاف نقشہ مین پری کا

جو کھینچون سا وہ اک تصویر تیری | اوڑے حیرت سے رنگ و دیوار
جو مانی خاک تصویر دیکھے | مرقع خاک مین اپنا ملا دے

تری تصویر اوسکو جا دکھاؤن | تعشق کا ترے نقشہ جماؤن
سوا اسکی کرون مین ایسی تدبیر | کہ ہو وہ صید وحشی تیر نخچیر

اگرچہ یوسف کنعان ہے وہ ماہ | زلیخا وار تیری کرے چاہ
چلون گر تیر سا ان سے سکا | نہ اک چلّے مین پہنچون تو خطاوار

جو مسکن اوسکا ہو عرش برین پر | تو لا حاضر کرون فرش زمین پر
بہر صورت مین کام اپنا کرونگا | خبر دونگا اگر جیتا رہونگا

ہوا یہ کہکے رخصت وان سے شاپور | کیا عزم سفر پھر شاد و مسرور
نہ مطلق راہ مین لیتا تھا آرام | کہ چلنے سے اوسے تھا رات دن کام

بیابان در بیابان طے جو کی راہ | تو پہنچا ملک شیرین مین وہ ناگاہ
خبر ارمن کی پوچھی سب سے احوال | ہوا دریافت لوگون سے یہ احوال

کہ تابستان مین وہ بت سنگ | ہوئی رونق فزا ہی کوہسار
تو وہ فرہاد سا ان پہنچا کوہ | ہوا دل اسکی ہوا سے دیوانہ

روان تھی ہر طرف باد بہاری | خرامان تھی تدرو کوہساری
وہ سبزہ ہر طرف سرسبز شاداب | کہ جس سے دیدۂ بینا ہو سرسبز

زبس رنگ شقائق جوش پر تھا | شجر ہر ایک گلگون سر بسر تھا
زمرد گون تھی سبزہ کی ہر لہر | کہ طوبی کی کمر مین ہاتھ

نظر آئی عجائب اوس جگہ سیر | بنا وان سنگ خارا ایک تھا دیر
مکان تھا وہ پرستشگاہ ابدال | گیا شاپور بھی وان ہو کے خوشحال

ہوا اسپ وہ خواہان | نشی اوس قدم پر تا در
کنشت دیر کے پیدا اک غار | وہان سنگ سیہ اک ہے نمودار

لگا وہ اک مستی مین آ | روان آتی ہے وقت
خوشی ہو اوسکا جب ہوتی ہے حاجت | برای حمل وہ کرتی ہے رغبت

قریب اوس سنگ کے شہتون آکر | مقام خاص کو ملتی ہے اوسپر
تو رہتا حمل ہے حکم خدا سے | عجب کچھ کارخانہ ہے قضا سے

وہ بچہ ایسا جنتی ہے ہر سال | نہ پہونچے باد صرصر جسکے دنبال
سنا یون ہے کہ شبدیز سا ہے | اوسی سنگ سیہ کے تخم سے ہے

سنا شاپور نے سنتے ہی حیران | ہوا وہ صنعت حق کا ثناخوان
لگا پھر پوچھنے لوگون سے وانکی | کہ تھے واقف وہ حال داستان سے

کہ کس گلشن مین وہ شنگ چمن ہے | لیے ہمرہ جو صدہا گلبدن ہے
تو لوگون نے مفصل کہہ سنایا | مکان گلگشت شیرین کا بتایا

اگر کہیے کوہ کو اک بوستاں ہے
بہار سبزہ و آب رواں ہے
سحر کو وقت وہ سب شاد شاداں
وہاں ہونگی خراماں خرم و شاد

شاپور کا باغ میں جانا اور تصویر خسرو شیریں کو دکھانا

چلی جس دم نسیم صبحگاہی
بجا نوبت بنوبت کوس شاہی
نہ پہونچیں تھیں زناں فتنہ انگیز
کہ جا پہونچا وہ شاپور سحرخیز
اوٹھا اک صفحۂ قرطاس لیکر
کہ کھینچی صورت خسرو تہی وہ
چلا لیکر شبیہ ماہ تمثال
اوسی گلشن میں پہونچا جا کے فی الحال
کیا تصویر کو پنہاں شجر سے
ہوا شکل نظر پنہاں نظر سے
وہ پریاں سب کے سب آئینے میں آئیں
عجب کیفیتیں اپنی دکھائیں
وہ مست حسن تھیں با ندہ بستاں
پریخانہ ہوا سارا گلستاں
دکھا کر کوئی اپنی زلف پیچاں
دل سنبل کو کرتے تہی پریشاں
دکھا کر ہر کسی نے حسن کا باغ
کیا تھا لالہ خونیں کا دل داغ
جو نامحرم سے خالی تہا وہ گلزار
نتھی خوشبوی گل وان بوی اغیار
ہر اک تھی بیحجابانہ خراماں
کوئی رقصاں تھی اور کوئی غزلخواں
بچھا تھا وان جو فرش سبزہ تر
وہ گلگوں پیرہن بیٹھیں سب اوپر
خوشی میں کے پیتی تھی کوئی مے
بڑہاتی نشہ میں کوئی لے
وہ شیریں اون گلوں میں شاہ خوبند
مریض ہجر کو نایاب گلقند
نہایت حسن میں اپنی تھی مغرور
وہ تھی نزدیک سے آگے بہت دور
غرور حسن سے جب سر اوٹھایا
پڑی ناگہ نظر تصویر پر جا
پریرویوں سے بولی جلد جاؤ
مجھے تصویر یہ لا کر دکھاؤ
کسی نے لا کے وہ صورت دکھائی
تصور میں بھی جو صورت نہ آئی
کیا صورت کا اوس نے جب نظارا
ہوئی دل میں محبت آشکارا
وہ تھی تصویر یا سایہ پری کا
گئی بھول اپنا شیوہ دلبری کا
جو دیکھی صورت مردانہ اوسکی
پریرو ہو گئی دیوانہ اوسکی
اداسی ہاتھ جب اوس پر لگایا
پسینا شرم سے چہرے پر آیا
جو کوئی اور پاس اپنے چھپائی
تو پھر وہ سامنے اپنے منگائی
نگہباں ہو گئیں سب اوسکی ہشیار
کہ شیریں کا نہ ہو کوئی دل گرفتار
پھر اوس تصویر کو پرزے اوڑائے
نظر میں تا وہ شیریں کے نہ آئے
اڑایا اسقدر یہ عشق ہرجا
کرے تصویر عاشق میں سوجا
کہا شیریں نے وہ صورت کہاں ہے
وہ بولیں اب تو نظروں سے نہاں ہے
یہاں آسیب سے ہر وقت پیدا
نہیں بنا مناسب آدمی کا
یہ بہتر ہے چلیں یاں سے سکتر
ہوا کھائیں کسی جا اور جا کر
دعا میں سیکڑوں شیریں کر دیا
کیا صحرا سے اسی طرح کو
کہ اتنے میں نہاں ہو گئیں تمام
کیا اور اک چمن میں جا کے آرام

دوبارہ شاپور نے تصویر دکھائی کہ شیریں کو حیرت آئی

وہ شاپور اوٹ میں تھا اک جگہ
پریرویوں کی کیفیت نظر کی
ہوا کہ چرخ پر مہر دل افروز
درخشاں ہو گیا یکسر رخ روز
جدھر کو اون بتوں کا تھا ارادہ
کیا شاپور جلد اونسے زیادہ

دوبارہ ویسی ہی تصویر شبیہ لے
ہوا پنہان تو نسی جا کے پہلے

دکھایا تھا جو اول نقش دلجو
نہ تھا کچھ فرق اوس سے یکسر مو

بدستور اوسکو آویزان کیا وان
کمینگہ مین ہوا پھر آپ پنہان

ہجوم گلرخان تنہا نہین آیا
نیا انداز ہر اک نے دکھایا

خوشی سے نازنینان تھین سب پر جوش
چمنمین تھین خرامان دامن کش

روان تھے جو وہان باد بہاری
لگین اوسجا یہ کرنے بادہ خواری

ہوئین فرحت مین جب مشغول آکے
نظر آئی وہی نیرنگسازے

جو پھر تسخیر نے دیکھا اوٹھا کر
نظر ٹھہری اوسی کاغذ پہ جا کر

رہی بس صورت تصویر حیران
ہوئی ہیبت سے مثل بید لرزان

لگی کہنے وہ از روے تحیر
وہی تصویر ہے یا ہے تصور

یہ فرمایا کسی گلرو سے جا جلد
یہ صورت پھر مجھے لا کر دکھا جلد

گئی لیکن وہ صورت وان جو پائے
مقابل اوسکے وہ ہرگز نہ لائے

کہا ہر بار یہ نیرنگ سازی
پری یا جن کی ہے روباہ بازی

یہ کہکر وہ ہوئین وانسے گریزان
چلین گھبرا کے سب افتان و خیزان

کہین تھا اچھو کا اک دشت کا نام
کیا اوسجا بتون نے جا کے آرام

جو نکلا چرخ پر سیمین بر ماہ
لیئے فوج کواکب اپنے ہمراہ

پریرو دیون نے شب اوسجا گذاری
شب مہتاب تھے اور بادہ خواری

سہ بارہ تصویر دکھانا اور معشوق کو عاشق بتانا

جو خور نے چادر شب کو اوتارا
کیا مہتاب نے وانسے کنارا

خمار شب سے تھا سر کا بھاری
صبوحی سے گرانباری اوتاری

وہانسے تا در دیر پری سوز
روان تھین سب وہ باروی دل افروز

زبس تھین حسن مین مغرور و خود بین
خرامان سب بصد ناز و ادا تھین

سطح دشت تھا سبز و گلگون
شفق کا جس سے رہتا تھا جگر خون

وہ گلشن تھا جو رشک باغ رضوان
وہین بیٹھین وہ رشک حور و غلمان

معطر چل رہی باد صبا تھی
زمین اونکی نہایت پر فضا تھی

کہین گل پر تھی بلبل نغمہ پرداز
کہین تھی سرو پر قمری نواساز

مسلسل ہر طرف آب روان تھا
وہ میدان بوستان بیخزان تھا

اودھر ان طائرونکی چہچہے تھے
ادھر ان گلرخونکی قہقہے تھے

بت تسخیر نے جب یہ دیکھا سامان
لگے ہنسنے وہ مہ پارے خندان

اوسی گلشن مین وہ شاپور عاقل
کہ تھا ہر فن مین اک استاد کامل

گیا اور اوسنے پھر صنعت دکھائی
شجر سے پھر وہی صورت لگائی

نظر جس دم پڑی تسخیر کی اوسپر
رہی آئینہ سان حیران و ششدر

وہ بیخود ہو کے جا پہونچی اوسجا
اوٹھا ہاتھونسے اپنے اوسکو دیکھا

زبس قرطاس صورت پر صفا تھا
مجلا شکل آئینہ کیا تھا

جو دیکھا اپنا عکس روے تابان
رہی بس شرم سے سر در گریبان

جو پایا آپکو پہلو بہ پہلو
رہا مطلق نہ دلپر اوسکا قابو

ہوئی تصویر شیدا وہ گلفام
پری ہوتی ہے جیسے نقش سے رام

ہوا تصویر سے جو عشق کامل
برنگ آئینہ رکھے مقابل

عجب نقشہ تھا نقشِ جانفزا کا ہوا تعویذ جان اوس دلربا کا
محبت دلمیں ایسی کچھ سمائی کہ الدم اوسپہ بیہوشی سی چھائی
جو دیکھا اون پریرویوں نے طور صورتِ شیرین کا پایا حال کچھ اور
پشیمان فعل سے اپنے تھین وہ سب یہ کہتی تھی ہر اک انگشت بر لب
نہیں یہ کام ہے جن و پری کا وہ کیا جانیں یہ شیوہ دلبری کا
جو ہون ہم حال سے اوسکی خبردار کریں دریافت یکسر اسکا اسرار
جو پایا اون پریرویوں کو دلسوز ہوئے خوش دلمیں وہ ماہِ دل افروز
بنایا اون تبونکو محرمِ راز کیا پھر قصۂ حالِ دل آغاز
لگی کہنے تبونسے وہ گل اندام گیا سب دلسے میرے صبر و آرام
مقابل رکھکے اس تصویر کو ہم پئیں اب عیش سے ساغر دمادم
غرض با صد نشاط و ذوق مستی لگی کرنے پری دم بت پرستی
مگر تھی سامنے رکھی وہ صورت کہ ہو دے دور کچھ دلکی کدورت
وفورِ نشۂ مے میں طرب سے ہوس بوسی کی کرتا اوسکی لب سے
وہ درد دلسے آہیں کھینچتے سرد لبوں پر تھے رواں اشعار پر درد
اوسی دریافت کرنا تھا جو احوال کنیزیں رہ میں ٹھہلائیں فی الحال
کہ تمثال اسکا شاید کوئی اوٹھائے پتا اس تمثیل کا کوئی لگائے
کیا دریافت سب نے پھر کسی سے پتا اوسکا نپایا پر کسی سے
غرض شیرین نہایت ہو کے مایوس لگی کہنے یہ با صد رنج و افسوس
کہ ای چرخِ ستمگر کیا سمائی جو تونے یہ بلا پیچھے لگائی
وہ بت استاد تھے حیرت ساز کہ گذرا اوسطرح وہ نقش ہر جا
وہی شاپور شلِ بدخواہ تھا کہ بیگانہ صفت اوس جا رواں تھا
بظاہر گرچہ بیگانہ نما تھا مگر باطن میں مرد آشنا تھا
پریوش نے جو دیکھا اوسکو جاکے لگی کہنے وہ اوس سے خوشی سے
کہ تم اس بدخواہ کی ہاں جاؤ حقیقت شکل کی اسکو سناؤ
فلک کے دیکھکر ساتون ستارے یہ شاید تیرہ سے کچھ بچارے
پرستاریں چلیں سنتے ہی اوٹھکر قریب برہمن پہنچیں یکسر
کہا پنڈت جی آگے کی بچاؤ جو کچھ پوچھیں سو وہ سکو بتاؤ
سنا یکقلم جب حال تصویر تو کی بیگانہ سا ان سنی تقریر
کہاں وہ طاقت اون پاتو نسی ہو نہیں پر اس جلدی میں تمسی کیا کہوں میں
کنیزوں نے کہا شیرین سے جاکر بتائی وہ جو تو نے پیچھے بلاکر
چلی سنتے ہی وہ گھبرا کے فی الحال کہ زلف الجھی قدم سے مثلِ اطفال
غرورِ حسن سے کرتی ہوئی ناز چلی مستانہ وہ شوخِ خوش انداز
پریشان سر بسر زلفِ معنبر کہ جس سے دشت تھا سارا معطر
قیامت خیز تھی اوس ترک کی چال ہوا آخر دلِ دشمن کا پامال
یہ کی حسنِ بتِ شیرین نے تاثیر بنا حیرت سے وہ پتھر کی تصویر
تبسم کرکے با صد عشوہ و ناز بتِ طناز نے دی اوسکو آواز
کہ ای بیگانہ وش الدم ٹھہر جا یہاں مطلق نہ اندیشہ کر ہرجا
پہنستی ہی پھر آگے اوسنی جانا مناسب اوس جگہ ہرگز نجانا

وہ تعریف پری لایا زبان پر
پری نے اوسکو بٹھلایا وہان پر

ہوا یان تیرا کس جانب سے آنا
اور اب منظور ہے کس سمت جانا

بتاؤن مین تجھے موجود و معدوم
دقیقے سب ریاضی کے ہین معلوم

لگا کہنے کہ اے سرمایۂ نور
رہی تجھسے ہمیشہ چشم بد دور

اشارا ایسی پری کی سب بیان
ہوئین سنبل صفت از ہم پریشان

کہ ہے شکل اک شاہ نوجوانکی
ظفر لونڈی ہے جسکے آستانکی

شہنشہ خسرو پرویز ہے نام
کہ شہرہ حسن کا جسکے ہے تا شام

بوقت رزم اگر شیر عرین ہے
بیان بزم شوخ نازنین ہے

لب شیرین سے گر شکر شکن ہے
تو کوزہ قند کا گوش سخن ہے

بدلداری فرمی وہ فسونساز
لگی کہنے پھر اوس سے بصد ناز

وہ بولا ہون جہان دیدہ جہان گشت
مرے روندے ہوئے ہین کوہ اور دشت

لگی کہنے وہ اے مرد خردور
بھلا اس شکل کا نقشہ بیان کر

ابھی اظہار اسکا تجھسے ہوجاے
جو خالی ایکدم غیرون سے ہوجاے

جو پایا اوسنے تنہا گلبدن کو
کیا آراستہ روئے سخن کو

جہان مین ہے وہ روشن مثل خورشید
وہ ہے اک یادگار نسل جمشید

جمال یوسفی ہے تو شنیدہ
مگر اوسکا بچشم خود ہے دیدہ

بچھایا کہا ہی ایسا خلق کا دام
کہ جس سے ایک عالم ہو گیا رام

روان ہوتا ہے جسدم اوسکا لشکر
تو ہوتی ہے زمین لرزان سراسر

جو لیتا ہے کبھی تیغ و سپر کو / عدو کرتے ہین قربان اپنے سر کو
جو میدان ہے تو شوق لشکری ہے / شبستان ہے تو میل دلبری ہے
اوسی حاصل ہے باصد کامرانی / بہار تازۂ حسن جوانی
ہزاران مہوشان شوخ و طنّاز / رہا کرتی ہین عشرت گہ مین دمساز
مگر اوسنے باین رنگین ادائی / نہین کی اپنی اب تک کتخدائی
مبارک بخت ہین اوس لبہا کے / جو شوہر ہین اوس رنگین ادا کے
ہوئی بت ایسی باتون سے بیہوش / کہ گویا وہ ہمہ تن ہو گئی گوش
ہی مشتاق یون وہ رشک مہتاب / نہو جون تشنہ لب شبنم سے سیراب
غرض شاپور نے دیکھا جو یہ حال / کہ شیرین عشق خسرو سے ہی بےحال
لگا کہنے نہ کچھ سمجھا مین اسرار / کہ ہر کس بات سے ہے تو دل گرفتار
سنے مین جو تو کہتی ہی ہر بات / مناسب ہے کشادہ ہو گرہ بات
بہت دشوار ہے ہمراز پانا / جو پایا پھر عبث مطلب چھپانا
ملا ہر گر طبیب درد ہجران / تو کیون کرتی نہین کچھ دکھ کا درمان
پریرو نے جگہہ دیکھی جو خالی / لگی کرنے وہ یون شیرین مقالی
کہ سن ای برہمن حال دل زار / کسی سے تو نکرنا اسکا اظہار
بتانون کون تھا یہ نقش پرداز / ہوا اسطور مجھپر جو فسون ساز
کہ اس تصویر کو جسنے دکھایا / طبیعت پر عجب ہے رنگ چھایا
ہوئی اسطور سے اسپر ہون مفتون / بجائی مے پیا کرتی ہون خون
جو پوچھا ہی تو کچھ تدبیر بھی کر / مبادا حال ہو کچھ نوع دیگر
کریگا دکھ کا میری جو درمان / رہونگی عمر بھر تیری ثنا خوان
سخن یہ سنکے شاپور خردمند / ہوا دلمین نہایت اپنے خرسند
کہ محنت اور مشقت جو اوٹھائی / تو باری راہ مقصد مینے پائی
لگا شاپور کرنے چارہ جوئی / ندیکھا چارہ کچھ جز راستگوئی
کیا یون عرض اوسنے مہ لقا سے / بر آئین تیری سب مقصد خدا سے
سخن مین راست لایا یون زبان / نگاہ رحم ہو مجھپر مری جان
جو صورتگر کی تجھکو جستجو ہے / یہ بندہ ہی جو حاضر روبرو ہے
کیا جو مینے ہے ہر فن مین ایسا / ہنر تجھکو یہ دکھلایا ہی جیسا
وہی خسرو جو شاہ نوجوان ہے / سدا اقبال اوسکی ہمعنان ہے
بااین حسن و جمال عالم آرا / ہوا ہے تجھپہ نادیدہ وہ شیدا
بجز تیری نہین خواہش ہی کچھ اور / طبیعت کا ہوا اوسکی عجب طور
مجھے بھیجا یہان قاصد بناکر / دکھائی مینے صورت اسکی لاکر
نہین نقشہ یہ خسرو کا دکھایا / تصور مین وہ گویا خود ہی آیا
فقط تصویر پر اسکا ہے یہ حال / اوسے دیکھے تو کیا تیرا ہو احوال
غنیمت مجھکو وہ اسکی خوش کلامی / کہ سچ ہی قول مولانا ہی جامی
نہ تنہا عشق از دیدار خیزد / بسا کین دولت از گفتار خیزد
اوسکی گر تجھے اب جستجو ہے / توپھر کیا اسمین جای گفتگو ہے
کہا اوسنے کہ منت کش ہون تیری / کہ اب بہر خدا تدبیر میری
جو کی تو نے یہ تقریر پر فسون / ہوا دلمین حساب عشق افزون

ملا شاپور اوس سے کر کے راہ
جو ہو اوس شکل یوسف کی تجھے چاہ
ارادہ صیدگہ کا کرکے اظہار
سواری مین تو رکھ شبدیز رہوار

اوڑیگا تجھکو لیکر وہ سبکتر
بشر کیا تجھکو پاوینگی نہ صرصر
روان ہو جیو اونہو تہان سے
ملیگی راہ مقصد پھر وہان سے

اوسی انگشتری خسرو نے دی تھی
وہ شیرین کے حوالے اوسنے کر دی
کہا گر راہ مین خسرو کو پانا
تو یہ انگشتری اوسکو دکھانا

بسان مہر ہو وہ صورت پاک
سپر آیا سحر ہوگی وسکی توسناک
نشان اوس شاہزادیکا کہے یاد
روان ہو جا نسی اب تو بادل شاد

ترے پیچھے مین آتا ہون سبکتر
نہونا تو کسیصورت سے مضطر
سر شہر مدائن جب کہ جانا
تبا اوس شہ کا ہر اک سے ٹھکانا

وہان خسرو کی کئی خلوتسرا ہے
کنیز اوسکی ہر اک مہ لقا ہے
اوسی خلوتسرا مین تو بھی جانا
نگین شاہ ہر اک کو دکھانا

اگر ٹھیرے گی اوس منزل مین گمراہ
تو ہوگا بس قران زہرہ و ماہ
تماشائے جمال شاہ کرنا
خدا کا شکر پھر ای ماہ کرنا

کہا پھر اسنے اب حافظ ہے اللہ
یہ کہکر اپنی لی شاپور نے راہ
رہی تنہا وہ شیرین دا نیہ جیسم
تو آئین سب کنیزین ملکے باہم

غرض شیرین کنیزین ساتھ لیکر
ہوئی وانسے روانہ سب سنکر
گئی اکثر کو رخصت دے وہ سب راہ
بصد شادی وہ پہنچی تا وطنگاہ

رہین آسودہ جبتک شوخ گلفام
مگر شیرین کو کب آتا تھا آرام
لگی کہنے مہین بانو سے وہ ماہ
رہے قائم ترا یہ حشمت و جاہ

نہین لگتی یہان میری طبیعت
ملیگی صیدگہ مین مجھکو فرحت
جو فرمائی تو کر شبدیز پر زین
روان صحرا کو ہون با جاہ و تمکین

کرون دن بھر شکار و سیر جاکر
قدمبوسی کرون پھر شب کو آکر
کہا اوسنے کہ سن اے ماہ پیکر
سوا اسکے جو کچھ چاہے طلب کر

وہ شبدیز سبک ہے تیز تر ہے
کہ جسسے چرخ بھی پر زور تر ہے
مبادا پشت زین سے تو جدا ہو
تو پھر وہ باد پا مطلق ہوا ہو

اجازت یہ نہین ہے گرچہ منظور
تری آزردگی سے ہون مجبور
لگام اپنی منگوائی اوسکو دیکر
سواری کر تو اوسکی پشت زین پر

اجازت سب مہین بانو سی پائے
تو پھر جان تا شیرین نے
اوٹھی وہ نیز دعا اوسکو دیکر
کہ ہو پیوستہ سایہ تیرا مجھپر

بھاگنا شیرین کا شکارگاہ سے شبدیز پر کنیزونکا رکھ کے

کہان ہے ساقی گلفام اندام
پلا مجھکو شراب عیش ہر دم

کہ گردون ہے سبکباد گوپان
ہوا معشوق خود عاشق کا جویان
چلا جب شہسوار مہر تابان
ہوا دشت فلک مین گرم جولان

پہن پوشاک شیرین سبکو تابکار
کیا اوسنے طلب شبدیز رہوار
ہوئین حاضر بتان ماہ پیکر
کیا مجرا ہر اک نے سر جھکا کر

جو دیکھا اوسنے اوس دن سب معشوق تنکو
لگی کہنے وہ اودھر جایو ہر
رہا کرتی ہو تم مین خدمت سی لگیں
اسی بحر تصور سے سب نچیر

ہر اک زن تھی نکلے با طبع ہوسناک — فزین بر بین کی مردانہ پوشاک
یہی شیوہ تھا اون سب کا ہر جا — کبھی گر اتفاق صید ہوتا

تو ہوتیں سب وہ ہمشکل غلامان — خوشی سے ہمرہ شیرین شتابان
غرض گھوڑوں پہ کی سب نے سواری — چلا وہ غول جون باد بہاری

روان گھوڑوں پہ وہ سب شکنہ تھیں — کہ جملہ راست قامت کج کلہ تھیں
ہر اک توسن نے چالاکی دکھائی — ہرن کی چوکڑی ساری بھلائی

مگر شیرین نے جس دم باگ اوٹھائی — کسی نے گرد بھی اوسکی نہ پائی
کنیزون نے اوٹھائی باگ فی الحال — دوان تھیں مثل سایہ اوسکے دنبال

وہ سمجھیں اسپ کی یہ سرکشی ہی — نہ کچھ سمجھیں کہ شیرین کی خوشی ہی
کیا ہر چند اون سب نے تکاپو — چلا ہر گز کسیکا کچھ نہ قابو

نمایان ہو گئی اتنی میں جب شام — پھرین صحرا سے آخر سب وہ ناکام
تھین بانو کے آگے گئین غمگین — کہا تھی سی یکسر حال شیرین

کسی گھوڑا اڑا کر جب لگاڑی — تو ٹہرگئی کہیں ہم سب بچاری
ہوئی درماندہ آخر سب کی رہوار — نشان او ہیت کا پایا نہ زنہار

سنا بانو نے جب شیرین کا احوال — سراسیمہ ہوئی اندر سے پامال
کیا حسرت سے اپنا پیرہن چاک — کہا پھر سخن با چشم نمناک

کہ اے شیرین یہ تجھکو کیا سمائی — محبت کسلیے بسرا اوٹھائی
کہان سرگشتہ ہوئی سیر جہان ہی — کہان شبدیز ہی اور تو کہان ہی

ہی قائم تو اوسکی نسبت رہین ہر
پیادہ پا ہوئی روئے زمین پر

جدا ہو کر تو صد افسوس ملیسے
ہوئی وہ سازا غیر ذرسی جاکے

ہی اسطور سے گریاں تا سحر
دل غمگین ہین کیا لادی وہ شکیب

ہوئی جسدم خبر یہ سب پہ ظاہر
ہوئی سردار لشکر آکے حاضر

کیا یوں عرض کی ہم حکم پاہین
بتیا جا کر کہیں اوسکا لگائیں

کیا بانو نے پر کچھ یہ ارشاد
کہ یہ خواب ایک شب کا تھا اوسے یاد

کہ گویا ہاتھ پر بیٹھا ہی اک باز
کیا پھر دفعۃً ہاتھوں سے پرواز

ہوئی حسرت میں اوسکی جسکے رنجور
تو وہ باز آکے بیٹھا پھر بدستور

جو پھر بیٹھا تھا آکر عوض یاں باز
تجسس سے ہی شیرین کے وہ باز

لگی کہنے کہ ہی یہ کار دشوار
کہ ہین یاں جتنے گھوڑے تیز رفتار

جو شبدیز ہی ہوئین سبک خیز
نہیں ممکن کہ پاہین گرد شبدیز

گیا جب مرغ ہاتھوں سے نکل کر
تو ہاتھ آتا ہی مشکل پاؤں چلکر

علاوہ اوسکے یہ ظاہر نہیں ہے
کہ کس جانب گئی وہ نازنین ہے

یہ بہتر ہے رہوں چندے شکیبا
وہ شاید خود دکھاوے روے زیبا

نہ پھر پادری وہ چھوڑ دے گی
اگر جیتی ہے تو آ ملے گی

رہا خاموش لشکر سنکے سارا
سو اوسنے راہبری کی کیا تھا چارا

ادھر شیرین سوار شب بدیز
صبا آسا رواں تھی سوئے پرویز

وہ ہمشکل غلامان پریوش
کیے تھی زیب پوشاک دلکش

شتابان وہ بہ صحرا بصحرا
لگاتی تھی پتا اوس گل کا جا جا

اوسے تھا خوف نامحرم جو ہر گاہ
سمجھتی تھی نہ کچھ وہ راہ بیراہ

نکرتی تھی کسی منزل میں آرام
تکاپو ہی مگر تھا رات دن کام

اسیطور تب تو وہ ماہ دل افروز
رہی بس گرم رہ تا چار دہ روز

ٹرپا تھا سوز دل رنج والم سے
لگی گھٹنے مثال بدر غم سے

ہوئی اک صبح پھر جسدم نمایان
ملا اک مرغزار سبز و ریّان

نظر آیا وہاں اک چشمہ صاف
بسان آب گوہر صاف و شفاف

وہ اک چشمہ تھا ایسا درخشان
چھپا ظلمت میں جس سے آب حیوان

وہ رنج رہ دراز بس خستہ تن تھی
غبار آلودہ وہ شکل سمن تھی

تھا مردم کوئی چشمے کا اوپر
لگی گھوڑی کو ٹہلانے وہ دلبر

اوتر کر اسپ کو باندھا شجر سے
صدا پوشاک کی پھر اپنی بر سے

جو بیٹھی چادر نیلی بدن پر
عیاں تھا رنگ نسرین کا سمن پر

گئی چشمے کے اندر پھر شتابی
ہوا اوس کا سمن اک رنج آبی

حباب چشمہ شکل چشم بن کر
ہوئی مشتاق نظارہ سراسر

لبوں سے موج کی چشمے نے جا لی
کیا پابوس اوسکا ہو کے نالی

پڑا جب عکس انگشت نگارین
ہوئیں سب مچھلیاں چشمے کی رنگین

سنائی جبکہ اوس چشمے میں گلرو
گلاب آب ہوا وہ آب خوشبو

وہ رشک حور جو تھی پانی کے اندر
وہ چشمہ تھا مثال چشمۂ خور

جو کھولے اوسنے گیسوئے پرتاب
نبی عاشق کو حلقے اوسکے گرداب

بت سیمین بدن کے نسترن شکل
تمنا بنچہ خورشید کو تھے

رخِ روشن ہے مثلِ مہرِ تابان
کہ پرتو ہے اوسیکا ماہِ کنعان

ہوئی بس شرم سے حیران بیتاب
کہ جون پانی مین لہراتا ہی مہتاب

سوا اِسکے نہ چارہ اور دیکہا
کہ چھوڑا رخ پہ پردہ گیسوونکا

ہوئی اوسدم نگاہِ مستِ جانان
دلِ خسرو کو مثلِ تیغِ بران

مگر دیکہا کہ اب وہ نارپستان
خجالت سے ہوئی سر در گریبان

تو سمجہا خاطرِ جانان پہ ہون بار
نہین منظور بارِ خاطرِ یار

نہو کیونکر یہ دلبر مجہسی محجوب
کہ محجوبی ہے عینِ حسنِ محبوب

اگر ہے صید وحشی یہ دلارام
کرونگا دامِ فکرت سے اِسے رام

غرض سطوت سمجہاتا ہوا دل
چلا وہ اور جانب نیم بسمل

ہوا چشمہ سے خسرو جبکہ کچھ دور
نکل پانی سے وہ سرمایۂ نور

یہین پوشاک کر تبدیل بر زین
چلی اوس چشمۂ شیرین سے شیرین

یہی کہتی تہی اپنے دل مین ہر بار
کہ پیش آیا ہی کیا یہ امرِ دشوار

عجب شان و شوکت کا جوان ہے
کہ عاشق اسکے رخ پر یہ جہان ہے

نہین ہے یہ اگر میرا دلدار
تو مہر اسکین ہے کیون ایسا دل زار

جو اوس تصویر مین دیکہی نشان ہین
سو وہ سب اسکے چہرے سے عیان ہین

کہا شاپور نے تہا ایکبارے
کہ ہے پوشاک اوسکی سرخ سارے

بہت تشویش اوسنے اِسطرح کی
اِس اسرار سے یہ آگہی تہی

کہ شاہونکی بہت ہوتے ہین بدخواہ
بدلتے اِسلیئے ہین جا بجا راہ

غرض تہی یون ہی اوس دلستان کی
کہ قربت ہے اِس عنا جونکی

الگ پہر دلسے کہنے وہ بصد درد
سبادا اور ہی ہو یہ جوانمرد

یہ کہکر دیا گہوڑے کو سرپٹ
کسی نے بہی نپائی اوسکی آہٹ

ہوئی پنہان نظر سے غیرتِ حور
اوڑا وہ آپ مشکی مثلِ کافور

بس اک لحظہ خسرو نے نظر کی
نہ دیکہی شکل پر اوس سیم بر کی

گیا کتنا ہی جولان تیز رہوار
قدم کا بہی نشان پایا نہ زنہار

جو تہا اوس بحرِ خوبی سر وہ مائل
تڑپتا تہا بہ رنگِ ماہی دل

یہ کہتا تہا تعجب مین کہ ہی وائے
گیا کس طور محبوبِ دل آرائے

کبہی تہا ڈہونڈہتا ہر کنجِ چمن کو
کہ سبزہ مین وہ شاید گلبدن ہو

کبہی پرسان تہا لالے سے وہ خوش
نشان کہتا ہے اوس گلرو کی کچہ تو

کبہی چشمے کو یہ جا کر سنایا
کہان اوس بحرِ خوبی کو چہپایا

کبہی ہر ایک ماہی سے یہ کہتا
کہ اوس مہ کو کہین تمنے ہی دیکہا

کبہی کہتا فلک سے ملکے وہ ماہ
کیا کیا شعبدہ تونے مرے ساتہ

یہ کیا تونے بجائے باغِ شادی
دکہایا مجہکو دشتِ نامرادی

نہین معلوم بیدار اوس تہی یا خواب
کہ دیکہا مینے وہ ماہِ جہانتاب

کبہی کہتا کہ ہے تقصیر میری
عبث مینے نظر اوس سے پہیری

جو مشغول اِدہر جانب مین نہوتا
تو دولت کیون الٰہی ایسی کہوتا

مگر ابلیس نے تہا مجہکو گہیرا
جو یون منہ اوس بہشتی رو سے پہیرا

نہالِ غم کیون اِس پر نہ پہلتا
جو پہوہ شاخِ تاک اوسکی نہ کہاتا

ہوئی حسرت مجہے بہی اوسکی معلوم
سکندر جو ہوا حیوان سے محروم

غضب ہے جو لب تک تو پہونچے شکر
کرے تشنہ نہ اوس سے اپنی لب تر

کہون حسرت اپنی میں کسکے آگے
کہ خود مین سوگیا جب بخت جاگے

پڑا اس خاک پر خسرو بصد جوش
رہا کچھ دیر تک آخر کو بیہوش

وہ دل سی کھینچتا ہر دم تھا نالے
وہ چشم زار گویا دو تھی نالے

کہا پھر دل سے با صد رنج و افسوس
عبث ہوتا ہے اس صورت سے مایوس

حقیقت مین جو انسان تھا وہ دلبر
تو بن جائیگا آخر یہ کہین پر

اگر کوئی پری تھی یہ ستمگار
تو ہاتھ آنا تھا اوسکا سخت دشوار

سلیمان گر کبھی ہوتا مرا نام
تو البتہ پری ہوتی مری رام

مناسب ہے کہ رکھون دلمین یہ راز
کرون اب منزل مقصد کو پرواز

غرض کرکے ہزاران نالہ و آہ
شہ خسرو نے پہر ارمن کی لی راہ

مدائن مین شیرین کا جانا اور خلوتسرا خسرو مین آرام پانا

ہوئی شیرین جو چشمے پر روانہ
کیا تھا ترک سب عیش زمانہ

ہر اک سے پوچھتی درگاہ پرویز
ہوئی آخر مدائن مین جلو ریز

وہ پہونچی جا اوسی خلوتسرا مین
جہان خسرو کی تھین صدہا خواصین

خبر آمد کی اوسکی سب نے پائی
تو استقبال کو ہر ایک آئی

وہ اوتری وان بآئین عروسی
خوشی سے کی ملاقات اون بتون کی

بتون نے دیکھکر سیمای شیرین
چھپائی رشک سے کہا نا شیرین

مگر خسرو نے دی تھی جو اجازت
مطابق اوسکی تھین مشغول خدمت

کنیزون کیطرح حاضر تہین ہر دم
نسمجھین کچھ وہ خسرو سے اوسکو کم

لگین پہر پوچھنے شیرین سے وہ سب
کہ تیرا نام کیا ہے اے شکر لب

ہوا تشریف لانا یان کدہر سے
کہ اب واقف نہین ہے اس خبر سے

اوسی منظور تھا پردہ سب سے
کئی ہر اک طرح کے اپنے حیلے

کہا افسانہ ہی یہ سخت دشوار
جو خسرو آئے تو اسکا ہو اظہار

مگر اس سب کی کیجو حفاظت
بہت ہین گنج اس گھر کی قیمت

ہوئی خوش کر سخن شیرین کے مسطور
تو مسند پر بٹھایا سب نے فی الفور

تن گلگون کو آب گل سے دہویا
وہ رنج راہ اوسکی تن سے کھویا

جہان تہے گلہ ہائے شاہ پرویز
وہان بیجا کی باندہا اسپ شبدیز

پہنائی قیمتی پوشاک لاکر
جڑے جسمین تھے یکسر لعل و گوہر

شیرین کا مکان سنگین مین رہنا اور رنج و غم سہنا

بامید وصال یار دلسوز
رہی آسودہ وہ ماہ دل افروز

ہوئی شیرین کو جب وان ایک مدت
مفصل سب ہوئی ظاہر حقیقت

کہ کچھ رنجیدہ ہو شہزادہ گھر سے
گریزان ہوگیا خوف پدر سے

گیا نخچیر کا اوسنے بہانہ
ہوا اس سے وہ پاکیزہ روانہ

تو سمجھی تھا وہی پاکیزہ کردار
جو تھا چشمے پہ سیر محو دیدار

ہوا پیدا پہر اوسکی دلمین اک درد
لگی دینے وہ آہین کھینچکے سرد

وہ خانہ طوطی دل کو قفس تھا
مثال زاغ ہر اک ہمنفس تھا

وہ روزانہ الم مین مبتلا تھے
ہر اک شب اوسے گویا اک بلا تھی

صبوری کرکے چندی ہو کے مجبور
لگی کہنے وہ سب سے غیرت حور

شگفتہ یاں نہیں ہے کوئی گلزار — مبادا صورت نرگس ہوں بیمار
جو سنبر میں مہینی کا سر انجام — تو ہو آہوی دل کو میرے آرام
لگی کہنے یہ اوس سے وہ پریرو — کرا ہے رشک مہ و خورشید ادرہ تو
گیا جسدم یہاں سے شاہ خسرو — دیا تھا اسطرح سے حکم ہمکو
کرائی دلربا کوئی جو یہاں پر — سمجھیو اوسکو تم جان سے فزوں تر
کہی جس جا بنا دینا مکاں اک — رہی خوشنود تا وہ دلبر نیک
کہا شیریں نے ہو کر شاد و خرم — کرو تعمیل حکم شاہ باہم
پر پیر و رشک سے تیں جو کہ نیزار — بلایا سب نے ملکر ایک معمار
کہا ایسی جگہ کوئی اگر ہو — ہوا و رنج سے جسکے کہ تم ہو
بنا اک قصر سنگیں او سجگہ پر — جو کچھ چاہیے سو زر ہمسے طلب کر
دیا بعد اوسکے اتنا گنج و گوہر — حساب عقل سے جو تھا فزوں تر
ہوا معمار خوش دولت کو پاکر — بہت کی جستجو پھر اوسنے جا کر
غرض تجویز کی اک جائے دیگر — جوان کو جو کہ سنتے ہیں کہ ہے یہ
وہاں پر قصر سنگیں اک بنایا — کرد و رنج ہی بھی جس سے کر اٹھایا
گیا ملتیار اوسنے وہ مکاں جب — تو پہونچا آئیں شیریں کو وہاں سب
جو دیکھا جا کے اوس سنگیں مکاں کو — کیا اوس نے بہت یاد اوسدم خدا کو
جو دیکھی اسنے اپنی گردش بخت — تو سمجھی دلمیں وہ سنگ از رو سخت
وہ عارض جو کہ تھے مثل گل زرد — ہوئی غم سے مثال زعفران زرد
مجبوری لگے رہنے وہ دلدار — غم خسرو بنایا اپنا غمخوار

خسرو کا موقان میں جانا اور مہین بانو کا استقبال کو آنا

چلا آگے جو اوس چشمے سے خسرو — ہر اک صورت سے سمجھاتا تھا دلکو
چلا جاتا تھا وہ منزل بمنزل — سموم عشق سے پژمردہ دل تھا
غم ہجران سے گرچہ خستہ جاں تھا — امید وصل سے گر شادماں تھا
یہ کہتا تھا وہ اپنے دل سے ہر دم — اوٹھائی عشق میں میں نے بہت غم
اوسی ساعت کی جو پھر سے ملاقات — تو سمجھو ان جذبۂ دل کی کرامات
بلاد کوہ پر پہنچا وہ جسدم — چلی حاکم وہاں کی سنکے باہم
خوشی ہی خدمت خسرو میں آئے — بہت نذریں تحفہ ساتھ لائے
زر و گوہر غلام و اسپ و دیبا — پریرویان گل چہرہ دل آرا
ہوئیں مطبوع خاطر وہ گل اندام — کیا خسرو نے رفع چند آرام
گذر روانکی کیا پیش موقان — گیا موقانسے پھر وہ سوئے خسران
مہین بانو بھی سنتے ہی احوال — چلی استقبال کو خسرو کے فی الحال
ہزار اور اشتر و شائستہ ہموار — زر و گوہر خزائن سے گرانبار
غلامان و کنیزان پری رو — کئے حاضر حضور شاہ خسرو
ادا کی خدمت شاہ زمانہ — کیا شہ نے بھی لطف خسروانہ
یہ فرمایا کہ تیرا میہماں ہوں — مبادا تیری خاطر پر گراں ہوں
جو یہ لطف و کرم بانو نے پایا — تو اپنے سر کو سجدے میں جھکایا
دعا مدح وہ لائی زباں پر — کہ ائے شہزادہ فرخندہ اختر
ہمایوں بخت اپنا اسنے پایا — کہ تجھسا شاہزادہ گھر آیا

غرض اک ہفتہ جو خسرو رہ گئے / تحائف اونسی بھیجے بہر چلکے
ہوئی خدمت میں جا غمزہ آور / لگی کہنے کہ ای پاکیزہ گوہر

یہان پر بھی ہی شہر فرحت آباد / مہیا ہی وہان عشرت کا سب ساز
نہایت گرم سیر اوس جا ہوا ہے / زمستان میں وہ جا عشرت فزا ہے

وہان تشریف فرمائی ہو جو اب / اب وسچا بادہ پیمائی ہی جناب
کہا خسرو نے ہو کر شاد و مسرور / کہ ہے خواہش تیری مجھکو منظور

شہ خسرو ہوا با ساز و سامان / وہانسے جانب برج شتابان
ہوئی خیمے ہر اک جانب بپا / ہوئے عشرت گزین دم میں ہر جا

مہین بانو بھی جو شمس شب و روز / بجان دل ہا کرتی تھی دلسوز
اگرچہ شہ کو وہان عیش و طرب تھا / مگر شیرین کا غم ہر روز و شب تھا

بیان خسرو کی بزم پرنور کا اور حاضر ہونا شاپور کا

درخشان تھی جو اک شب غیرت روز / وہ خسرو تخت پر تھا جلوہ افروز

شب نے مہر سا جلوہ دکھایا / شعاع خور ز جس سے داغ کھایا
بلند آواز تھا چنگ و چغانہ / لب مطرب پہ نغمہ تھا سدا شہ

مصاحب جو کہ تھی خسرو کی یکسان / وہ تھی شعر و سخن سے نغمہ داستان
پری وش ساقیان بادہ پیکر / حضور شاہ لائین بھر کے ساغر

وہ قصہ خوان تھا بلبل با ہزاران / خوشی سے سب بسر کیا بگویاران
کہ اتنے میں کسی خادم نے آکر / کیا یون عرض شہ سی سر جھکاکر

کہ شاہا یہ جو خبر ہی وہ شاپور / یہان آئی اگر ہو شہ کو منظور
سنی شاپور کی آمد جو شہ نے / لگی بس جوش دل سی اشک بہنے

بلائے جاو دانائی ہے یہ دلکو / اگر کوئی کسی کا منتظر ہو
یہ چاہا اوسکو لائی آپ جاکر / ہو آداب شہی مانع وہان پر

مصاحب جتنے تھے وہ آئے / بہت شاپور کو عزت دلائے
حضور شہ وہ دانا جبکہ آیا / ادب سے سامنے سر کو جھکایا

نوازش سے کیا شہ نے سرافراز / کہ خسرو کا وہی تھا ایک ہمراز
بٹھاکر اوسکو پھر خسرو نے جا بے / کیا خرگاہ کو غیرون سے خالی

لگا کہنے کہ کہو اے میرے غمخوار / مفصل اب تو یہ حال دلدار
وہ بھلی تو دعا لایا زبان پر / کہ سایہ ہو ترا دائم جہان پر

جو گزرا تھا کہا احوال سارا / سہ بار کچھ مشکلین دکھانا
بنا کر شکل اپنے برہمن کی / جو کی تلقین تھی اوس نے بندگی

طبیعت اوسکی مشکل تھی پہ آیا / شبستان شبی میں اوسکا جانا
کہا خسرو سے اوسنی جب یہ احوال / دل خسرو ہوا حیرت سے پامال

یقین جانا کہ بیشک تھی وہ دلبر / نہاتی تھی جو اوس چشمے کی اندر
لگا کہنے یہ دل سے کھینچ کر آہ / کہ اولٹی کیا دکھائی چرخ نے راہ

نہ ہوتا گر وطن سے اپنی مین دور / تو ہوتا وصل سے شیرین کے مسرور
بھلا کیا صبر ہو عاشق کے دلکو / کہ گھر مین یار ہو اور وہ جدا ہو

نجا سکتا ہون میں ان خوف و بدسے / نرہ سکتا ہون شیرین کی ستم سے
غرض سوچا کہ پھر شاپور جائے / مدائن سے یہان شیرین کو لائے

شہ خسرو جو اک رعنا جوان تھا
جوان ایسا کہ یکتائے جہان تھا

خبر شیرین سے بانو کی دیوانگی اور شاپور کو روانہ کرنے

پیا کرتا شراب ارغوانی
بسر شادی سی کرتا زندگانی

خدا نے دی اوسے رنگین طبیعت
پیا وہ عیش کی رکھتا تھا صحبت

غرض چلتا تھا اک دن وہ سیاغ
مہین بانو ہوئی موجود آکر

ہوا وان ہر طرح کا ذکر آغاز
لگا شہ پوچھنے پھر بات دمساز

کہ سنتا ہون تری دختر برادر
گئی یہانسے جو عزم صید کر کر

دکھائی سرکشی تو سن نے اوسکی
اوڑا وہ لیگیا اوسکو وہانسے

وطن سے میرے اک قاصد ہے آیا
پتا اونکی کہین شاید نہ پایا

رہونگا مین یہان گر چند دن اور
تو ایسا پھر نکالونگا کوئی طور

روانہ کر کے کوئی پیک ہشیار
بلا دونگا تری وہ دخت دلدار

خوشی سے تو پیا کر یہ گھڑی مے
نہین مطلق کچھ اندیشے کی جا ہے

مہین بانو نے یہ قصہ کیا گوش
ہوئی فرط الم سے بس وہ بیہوش

کہا ایسی کہان ہے میری قسمت
جو پھر دیدار ہو اوسکی مہو راحت

رہا کرتی ہون مین اس غم سے پامال
نہین معلوم کیا اوسکے ہے احوال

جو کوئی اوسکو پھر لا کر دکھائے
تن مردہ مین گویا جان آئے

دیا بوسہ یہ کہکر تخت شہ پر
دعا دینے لگی سر کو جھکا کر

کہ ہو ہر دم ترا اقبال اوپر
رہے قائم ترا یہ تخت و افسر

رہونگی عمر بھر ممنون تیری
ترا آنا ہوا قسمت سے میری

روانہ جب سے قاصد کوئی شتاب
کرے مجھکو بھی وہ مسرور اوس گاہ

کہ ہے یان ایک گھوڑا نام گلگون
سواری کو مین اوس قاصد کے دون

اگرچہ ہر وہی اک باد پا ہے
کہ اوس شبدیز کا ہمتک رہا ہے

تو خسرو نے وہی گھوڑا منگا کر
کیا شاپور کو رخصت بلا کر

چلا وانسے وہ طے کرتا ہوا راہ
مدائن مین وہ پہونچا بعد یکماہ

شبستان مین تھی شیرین جو تنہا
غرض اوس قصر سنگین مین وہ آیا

خوشی سے روبرو شیرین کے آکر
ادب سے سامنے سر کو جھکا کر

لگا جیسے تیسے کہنے اوس سے شاپور
کہ یہ احوال کچھ اے مایۂ نور

سبب سننے کا کیا ہے آسمان مین
کہ ہے دوزخ یہی گویا جہان مین

وہ ایسا دوزخی یان کون آیا
مکان جسنے یہان تیرا بنایا

شبستان چھوڑ کر اپنے غیر جو
سکونت یان ہوئی کیون تجھکو منظور

مثل لالے زبان پر وہ جست
کہ اے باد صبا اور دہ تست

لگی کہنے کہون کیا حال دلگیر
کہ عاجز ہے زبان ہنگام تقریر

شبستان مین یہ پہونچی جبکہ جا کر
کنیزون نے مجھے اوتارا جھکو آکر

وہ ظاہر مین تو گویا مہربان تھین
مگر باطن مین مجھسے بدگمان تھین

مجھے دیکھا اونھون نے اپنا رقیب
خلل مجھ مین وہ اپنی عیش مین تب

ہوئی صحبت نہ وہ مجھکو گوارا
جدائی کے سوا دیکھا نہ چارا

ہوا ثابت کیا سنسے مکان اور
پھر اون سب نے حسد سے یہ کیا طور

یہان مغ اکے زن نمبر ان سے آکر
مجھے بھیجا اونھون نے شاد ناہو

مین اوس دکھ سے بسر کرتے ہین مہمان | نہین تشویش سے ہی اور ہین کہیں ہون || اگرچہ یان اوٹھاتی رنج و غم ہون | حسد سے اونکی آنسو وہ دم ہون

ہوا اتنا یہ سنتے ہی حیران | لگا کہنے وہ عاقل ہو پشیمان || کہ مت لا رنج و غم اب دل پہ کچھ اور | ہوا یہ اتفاق وقت سے طور

یہان بھیجا ہے پہلے خسرو نے مجھکو | چلون لیکر مین اب آنکھون پہ اسکو || وہ عاشق ہے ترا مشتاق دیدار | عبث تو ہی یہان غم مین گرفتار

غرض گلگونہ کرکے اوسکو اسوار | چلا لیکر کے وہ شاپور غمخوار || وہان خسرو تھا ہر دم دیکھتا راہ | کہ آ اب منزلین کب آئیگی وہ ماہ

کیا دور فلک نے اور ہی ڈھنگ

ہرمز کی نابینائی اور خسرو کی بادشاہی

زمانے نے دکھایا اور ہی رنگ

مخاطب جسنے خسرو تھا کیا باپ | کہ کب تک ہوگا تو سیر گردگار || تو قاصد ایک آ پہونچا وہان پر | بہائی رخ پہ سیل دیدۂ تر

ہوا خسرو کی آگے آکے حاضر | کیا یہ حال پر غم اوسنے ظاہر || کہ شاہا دور چرخ ستمگار | کسیکا بھی نہین ہوتا ہے غمخوار

وہ ہرمز کے جو تھی چشم پر انوار | ہوئی جور فلک سے تیرہ و تار || نظر آئی ہے صبح ناامیدی | سیاہی اوڑ گئی آئی سپیدی

ہوا غائب جب تو یوسف سا محبوب | ہوئی ہین کور آنکھین مثل یعقوب || کہ اب تدبیر چلنے کی شتابی | وگرنہ سلطنت کی ہے خرابی

سوا اسکی جو تھی خسرو کی غمخوار | اونھون نے بھی لکھا تھا یہ مکرر || کہ بگڑا سلطنت کا ہے یہان کام | مناسب وان نہین ہے تجھکو آرام

سنا جب سے کہ ہرمز ہو گیا کور | مخالف کر رہے ہین ہر طرف شور || یہ بہتر ہے کہ یہان جلدی پہنچکر | کرے قبضہ تو اپنی سلطنت پر

سنا جس دم کہ خسرو نے یہ مضمون | ہوا فرط الم سے بس جگر خون || تو سوچا ہے یہ رسم جاودانہ | کہ قائم ہے نہین یکسو زمانہ

یہی عادت ہے چرخ پر جفا کی | کرے امید کیا کوئی وفا کی || کبھی تو چشم مردم کو یہ دی نور | کرے فرط الم سے گاہ بی نور

جوانی سے کبھی آدم ہے پر زور | کبھی پیری سے بنجاتا ہے وہ مور || وہی خوشدل ہے اس دنیا مین پر | قناعت جو کرے نان جوین پر

رہا شہ فکر و غم مین سر جھکائے | سرشک چشم عارض پر بہائے || ہوا یہ سوچکر پھر سخت مجبور | کہ ہے ترک ریاست عقل سے دور

غرض سمجھا کے دلکو وہ جوان بخت | وطن مین جاکے بیٹھا بر سر تخت || لگا کرنے عدالت صبح و شام | سخاوت سے کیا ہر ایک کو رام

نہ بد سمجھے اندک بھی گوارا | ہوا قلنی سے ایمن ملک سارا || وہ کرتا تھا جہانداری کی سب کار | مگر تھا مبتلائے عشق دلدار

نظام ملک سے فارغ جو ہوتا | تو کرتا [illegible] || کیا پیدا جگر مین عشق نے سوز | تو پوچھا حال دلبر اونسے اکروز

رقیبان حرم نے یہ سنایا | ہوئی مدت کہ یان شاپور آیا || وہ پاسے لیگیا اوس دلربا کو | خدا جانے کہان پہونچا دیا ہو

اجازت گر نہین تسے نے او دیو دی ۔ تو کیون کی اوسنی لیجا ہین جلدی
یہ سنکر شاہ کو اک حسرت آئی ۔ کہ پہر گئی فلک نے کیا دکھائی

وہ آئی جب یہان تب مین اوطان ۔ گئی جب وہ وہان آیا تب ایمان
نشان اوسنے لیا کا اک وہ شبدیز ۔ جو پایا ہو گیا خوش شاہ پرویز

شیرین کا گھر جانا اور مہین بانو کا آرام پانا

گیا شیرین کو لے اس بین شاپور ۔ تو پایا شاہ کو وہان سے بہت دور

اوسی جب پیش تہا گلگون سے اوتارا ۔ ہوا اوس گل سے گلشن گھر دوبارا
مہین بانو نے جسدم اوسکو پایا ۔ تو دل فرط محبت سے بھر آیا

لگی سے تھی وہ اوس گل کو لگاتی ۔ یہ جو پیرہن مین تھی سماتی
یہ کہتی تھی کہ بیدار ہی ہے یا خواب ۔ کہ اس گل سے مری آنکھین ہین سیراب

ہوئے خوشدل وہ نزدیکان و خویشان ۔ جو شیرین کے لیے سب تھے پریشان
ہوئی بانو کو حاصل شادمانی ۔ کیا کرتی تھی اوس پر مہربانی

سپرد اوسکو کیا وہ تخت و افسر ۔ کہ تو ہے ملک کی مختار یکسر
نہ لائی حال گفتہ کچھ زبان پر ۔ کہ تا پہونچے نہ رنجش اسکی جان پر

مگر تھی جانتی نیرنگ سازی ۔ کہ ہے یہ سب طریق عشقبازی
نشان عشق خسرو مین نہ دیکھا ۔ سوا اسکی کنیزون سے سنا تھا

کیا پوشیدہ وہ احوال سارا ۔ بجز پوشیدگی تھا کچھ نہ چارا
بہت تھے مہربان شیرین کے اوپر ۔ کیا پہلے سے بھی بہتر فزونتر

وہی سب لعبتان شوخ و طناز ۔ مہین بانو کی شیرین کے ہمراز
تبا خوشدلی مین عشرت و روز ۔ رہین یہ ہر گہڑی سب اسکے دلسوز

لشکر کشی کرنا بہرام فتنہ انگیز کا اور بہاگنا خسرو پرویز کا

غرض اون مہوشون مین وہ دلآرام ۔ لگی عشرت سے رہنے صبح اور شام

پلایا اب سا قباد وا ایک ساغر ۔ پڑا ہی سا سنا دشمن ہے اگر
عجب کہتا ہی عادت چرخ دوّار ۔ کبھی غمخوار ہی اور گاہ خونخوار

سپہبد ایک تھا بہرام دانا ۔ ہوا اک شہر کا وہ کار فرما
اوسی سودا ہے تاج خسروی تھا ۔ لیا آخر کہ دانش مین قوی تھا

جسے حاصل ہنر زور اور تدبیر ۔ اوسی کیا احتیاج تیر و شمشیر
ہوئی یہ راستی قسمت اوسکے نزدیک ۔ کہ چشم شاہ کی خسرو نے تاریک

سمجھا یہ کہ ہرمزان پسر مین ۔ تخلل ہو گیا چشم پدر مین
کیا بدنام اوس عالی گہر کو ۔ لکھا پوشیدہ یہ ہر تاجور کو

کہ خسرو کو نہین ہے عقل کامل ۔ یہ گستر ہے نہین شاہی کے قابل
سنا کرتا ہے وہ گانا بجانا ۔ لٹاتا مطربون کو ہے خزانا

بیا ہی شوق شیرین اوسکے سر مین ۔ نہین مصروف کچھ اپنے مہم مین
مناسب ہے کہ تم سب اوس سے منہ پھیر ۔ اسی باعث مگر سب اسکے تقصیر

اسے جو یاری کرونگا مین اینچ ۔ کہ ہو وہ بند اوسکی واسطے بند
لکھا بہرام نے یہ ہر طرف جب ۔ سران ملک برگشتہ ہوئے سب

یہ کر تدبیر وہ گرگ کہن زاد ۔ چلا لشکر کو لیکر جانب شاد
شہ خسرو نے دیکھا اپنا لشکر ۔ تو پایا آپ سے برگشتہ یکسر

طرفدار ان میں سے کوئی نہ آیا جو تھے محکوم حاکم اونکو پایا
نہیں یاور اگر تیغ و سپر ہے سلامت جان لیجانا ظفر ہے
چلا وہ چھوڑ کر سب تخت و افسر کہ سر کے سامنے کشتی تھی لشکر

ہوا دل سے کہ برگشتہ ہو بخت گیا اب ہفت سارا افسر و تخت
غلام چند لیکر شاہ پرویز ہوا اوٹھکر سوار پشت شبدیز
لیا بہرام نے تخت کیانی رہی واں دسکی چند حکمرانی

شراب صاف ایسا جو پلائے مرے دلبر کو اب مجھسی ملا دے

موقانمیں جانا خسرو شاہ کا اور ملنا معشوق نازک کا

گیا ہی ہاتھ سے گر افسر و تخت وصال یار سے جاگے گر بخت
گیا وانسے سو موقان سرور (نام شہر) کہ جسکی سب ہوا کا تھا ملنگا
جو مشغول شکار وہ سم ہوا تھا تو دیکھا اوسنے جا جانب کو ناگاہ

ہوا جسدم روانہ یہاں سے خسرو تو آذربایجان پہونچا وہ خوش خو
غرض کہتا ہے راوی سخنگو کہ اک صحرا میں پہنچا شاہ خسرو
لیے ساتھ اپنے اون سب نوکرونکو شکار افگن ہے وہ کافر جفا جو

دو چار انکہیں ہوئیں دونوں کی جسدم رہی تصویر ساں حیرت میں باہم
محبت کی جو دونوں میں تھی بو تھے نہیں حیرت سے اب گویا تھے

شراب عشق سے دونوں تھے مخمور رہے دونوں وہ اپنی عقل سے دور
کہ نشہ عشق میں وہ ہو گئی قید ہوا تھا ایک کا ایک دوسرا صید

گری ہاتھوں سے اونکے ترکش و تیر
وہ دونوں ہو گئی یاسمین نخچیر

طریقے عشق کی دل نے دکھائے
نشان دونوں نے باہم راست پائے

جو تھی راہِ سخن کو سخت دوری
تو کی دو چار باتوں پر صبوری

کہا دونوں یہ ہیں معشوق و شیدا
سہ و خورشید ہوئے یکجا میں پیدا

بہت نزدیک یانسے بر سر راہ
بنایا ہے مکان اک میں نے دلخواہ

کہا شہ نے جو مہمان تو نے جانا
تو سر کے بل مجھے لازم ہے جانا

کنیزک خدمتِ بانو میں بھیجے
خبر مہمانی شہ کی اوسے دی

گئی دونوں جہانگیر تھے وہ دلبر
زر و گوہر لٹائی اونکے سر پر

چمن تھے اوسمیں رشکِ باغ رضوان
ہوس رکھتے تھے وانکی حور و غلمان

کیا پھر پیشکش تا آخر انا
کہ مشکل تھا حساب اوسکا لگانا

نہ شیرین سے جدا ہوتا تھا پرویز
نہ گلگوں سے گذر کرتا تھا شبدیز

جو آئے نام اب یاسمین زبان پر
لگی اک چوٹ سی دونوں کی جان پر

غلامان و کنیزک جو تھے ہمراہ
ہوئی حالت سے اونکی سب وہ آگاہ

کہا شیرین نے شہ سے ایخداوند
کہ اب ہے دل مرا یوں آرزومند

چلے گر شہ زراہِ دلنوازی
تو حاصل مجھکو بھی ہو سرفرازی

ہوئی مقبول شہ کو سیہا نے
ہوئی شیرین کو حاصل شادمانے

ہوئی بانو جو اس حالت سے آگاہ
تو سب اسبابِ عشرت لیکے ہمراہ

اوتارا جلکے پھر ایسی سمانین
کہ ثانی تھا نہیں جسکا جہان میں

مہین بانو زر دے عذر خواہے
بجا لائی بدل آداب شاہے

رہا شہ کو ریاست کا نہ کچھ غم
مگر تھا عشقِ شیرین لبین ہر دم

مہین بانو نہ کی تھی دانا
جو اِن دونوں کا عشق ایسین جانا

مہین بانو کا شیرین سے سوگند لینا اور نصیحت دینا

یہ تھا اندیشہ اوسکے دل میں ہر دم
خس و آتش ہیں کسطور باہم

سپہرِ دلبری کی ماہ ہے تو
تمنائے دلِ ہر شاہ ہے تو

فلک کی کجروی سے بےخطر ہے
جہانکی نیک و بد سے بےخبر ہے

تری شادیکی اب ہے فکر دن رات
مقرر وقت پر لیکن ہے ہر بات

تو رکھ خاطر میں میری یہ نصیحت
مبادا ہو نہ آخر کو فضیحت

کہ اوسکی خلق میں تو ہو کے دلشاد
کرے باغِ جوانی مفت برباد

زبانی سبکے اب سنتی ہے تو ہمیں
کہ اسکے دس ہزار ایسے محل میں

ہوا او نمین کسیکا بھی نہ بانا
رہیگا تیرا کبو نکر آرزو مند

کہا شیرین سے اے سن ماہِ کامل
کہ تو ہی نورِ چشم و قوتِ دل

نہیں گوہر ترا الماس دیدہ
نہ تیرا جسم ہے محنت کشیدہ

فلک کرتا ہے پیوستہ دو نیا
نہیں ہرگز زمانہ کا ہے اک طور

یہ شہزادہ ہوا تجھپر جو شیدا
ہوس تیری بھی دل میں گر ہے پیدا

اگرچہ لاکھ ہو وہ ناشکیبا
نہیں لیکن تجھے یہ بات زیبا

مبادا باغ تیرا کرکے تاراج
بنائے اور گل کو سر کا وہ تاج

کہ ہر اک حسن میں ہے غیرتِ حور
شبستان جنکی طلعت سے ہے پر نور

ہمارا نسل عہدِ کیانی
ترا اقبال ہے وہ درِ گرامی

نہیں کچھ ہمکو اس سے کمتری ہے
کہ اقبال و حشم میں ہمسری ہے

اگرچہ منظور ہم یہ بات یکسر
جو سمجھے تجھکو مہ اور انکو اختر

اوسنے ثابت قدم جب تک نہ پایا
تو پروانہ صفت عفت بچایا

ہوئے بر جابت شیرین کی پیش
ہوئی یہ پند بانو کو ہر گوش

رقیبان مہ اون کی جو تھی یاد
ہوئی مانکی نصیحت سے بہت شاد

تو ہفت اورنگ کے گنبد کہا
لگا اب حق تو پھر آگے منگا کر

لگی کہنے ہون گرچہ ایسی مفتون
روان ہو اشک کے بدلے اگر خون

اگر گا عہد واثق گر نہ پرویز
تو میں اس بات سے رکھونگی پرہیز

سنی بانو نے جب شیرین کے سوگند
علاوہ اسکے پایا اوسکو خرسند

تو جانا پھر کہ اب یہ ماہ پیکر
نہ پھیریگی نصیحت سے مری سر

اجازت دی کہ اب جائے جہان وہ
ملکزادی کی آگے شادمان وہ

نگہبانی کو پھر ہفتاد دختر
ہوئیں شیرین کے خدمت میں مقرر

کہا رکھنا نہ شیرین کو اکیلا
جہان جاے وہان رکھنا جھمیلا

سحر گہ ہو گئی سب ہمرہ شیرین
پری رخ پرمین کر پوشاک رنگین

بعزم صید سب ہمراہ ہو لی
ہوئیں مردانہ وش گھوڑونپہ اسوار

وہ سب جرأت میں مثل شیر نر تھیں
ہنر میں تھیں منیژہ سے زیادہ

ہوئیں موجود بزم شہ میں آکر
کیا مجرا ادھر انہی نے سر جھکا کر

ہوئی خسرو کو حیرت اون بتون سے
کہ مردونکی طرح ہین ٹھاٹھ انکے

بخاطر اونکی خسرو ہوگیا طیار
سواری کو منگا کر اپنا رہوار

ہوا خسرو سوے میدان روانہ
گئیں پھر وہ وہ آشوب زمانہ

جانا خسرو شیرین کا جانب میدان اور شغل گوی و چوگان

جو دیکھا شہ نے یہ شوخ و بیباک
ہنر میں پہلوانی کی رہیں چالاک

کہا شیرین سے اوس ماہ تابان
کہ اب آغاز شغل گوی و چوگان

ہوا جب گوی بازی کا اونہین شغل
چلا ہر سمت دونونکی ہوئی بہل

ہوئیں شیرین کے جانب سب ہم عنان
طرف شہ کے غلامان پری رو

ہوئی آغاز و ہیجا گوی بازی
لگی کرنے پری رو ترکتازی

وہ دونوں گوی پر جو تیز رو تھے
مہ و خورشید بھی انکی گرد تھے

دو ان تھی گوی پر جو ایک ہی ساتھ
کبھی خسرو کبھی شیرین کے تھا ہاتھ

ہوئی اس شغل سے فارغ وہ جس دم
لگی پھر سیر میدان کرنے باہم

کیا گھوڑونکو اسی گرد میدان
براے صید اونوں نے جولان

وہ صید افگن رہی دن بھر دلارام
نمایان ہو گئی آخر کو پھر شام

ہوا جب شیر مہر چرخ پنہان
تو نکلا آہوی ماہ درخشان

ہوئی سب گھر کی جانب وہ شتابانہ
گئی گھر کو وہ آشوب زمانہ

سحر گہ پھر سبکی سب وہ مہ تمثال
پھر آئیں خدمت خسرو میں خوشحال

وہ ہر دن کی وہی صید افگنی تدبیر
کیا صید انہیں جا کر شغل نخچیر

اسی دستور سے یہ دونون نے یکماہ
بسر کی شوق سے وہ صحبت شاہ

انکی صحبت کوئی ایسی گوارا
جو ہو تا حرف مطلب کا اشارا

وہ شہ رہتا تھا فرصت کا طلبگار
برائی تا کہ شیرین سے کوئی کار

اگر ملتا تھا فرصت کا ہنگام
کہ کرتی تھی توقف وہ دلارام
چلی جاتی جو شیریں شام سے گھر
بسر تلخی سے ہوتی شہ کی شب بھر

چلی سیدھی شیریں جبکہ اک روز
کہا خسرو نے اے ماہ دل افروز
شکار و سیر مین گذری ہے اوقات
ملی عشرت نہ ہمکو ایک دن رات

سحر سے کل جو ہمکو بھی ہو منظور
رہیں ہم تم کہ عشرت سے مسرور
کہا شیریں نے شہ سے جسمیں ہو شادان
وہی منظور ہے ہمکو ہر اک آن

کیا شیریں نے شہ سے کل کا وعدہ
رہا بیکل وہ ہر شب سے زیادہ

ذکر محفل شاہ نامدار کا اور بیان اس کی بہار کا

یہ کہتا تھا کہ یارب کب سحر ہو
جو کل کا روز عشرت سے بسر ہو
رہی بس رات بھر اختر شماری
ہوئی دلکو نہایت بیقراری

جو نکلا چرخ پر مہر درخشان
کیا تب شاہ نے محفل گلستان
غلامان پری وش چست چالاک
ہوئی انکو عنایت سرخ پوشاک

شراب حسن سے ہر ایک سرمست
ہر اک جانب کھڑی تھی بادہ در دست
ہوئی شیریں بھی آکر جلوہ افروز
لیے ہمراہ گلرویان دلسوز

ہوئے حاضر تمام ارباب عشرت
عیاں ان سبکے چہرہ پر تھی حیرت
سوا اسکے وہ میدان طرب خیز
عجب رکھتا تھا رنگ عشرت انگیز

وہ نادر سبزہ فیروزہ گون تھا
کہ گردون جسکے آگے سرنگون تھا
زمین گلزار [illegible] رشک شقایق
شفق کا رنگ جس سے صاف ہو فق

شگفتہ چار سو گل اور لالا
کہ جنکے رنگ کا عالم نرالا
بپا ہر سمت سرو جویباری
قد خوبان کو جس سے شرمساری

جو دی سنبل نے اپنی زلف کو تاب
ہوئی سب غنچہ پرین دیکھ بیتاب
کسی جانب سے تھی آواز بلبل
کسی جانب سے آتی نکہت گل

جو ہوتی سرو پر قمری نواساز
تو کرتی ہوش ہر عاشق کا پرواز
ہزاروں قمریان سرو دلجو
قلندر کیطرح سرگرم کوکو

جھکی پڑتی تھیں شاخیں بار گل سے
گلا بلبل کا بھاری شور غل سے
ہر اک جانب سے تھے آہو رمیدہ
زمین پاک دست شوخ بریدہ

گری سبزے پہ تھی قطرات شبنم
زمرد مین جڑے یاقوت تھے باہم
خزان بھولے سے گر آ جاتی
تو گلچین بھی کے دامن گل سے بھرتی

یہ دو معشوق و عاشق تھے یکجا
کہ تھی وہ جا ہی گلشن انکو بیجا
خرامان قرب تھے اور حکمت بین
ہمیشہ دست شیرین دست شہ مین

کبھی پیتی شراب سرخ و رنگین
کبھی ہوتی کسی گلشن مین گلچین
ہر اک گلشن مین پیتی دست بر دست
لب شہ پر دو دیر آئی وہ دو مست

ہوئی آراستہ مجلس بہ سرود
لگی آنے صدای بربط و رود
وہ شیریں اور جو شہ کے ہمسفر تھے
طبیعت شاہ کی اور سیر گلشن تھے

لب شیریں کی شیرینی اگر تھی
کہ جس سے خشک نے بھی شکر کھی
جو دیتی کھول وہ زلف معنبر
تو سارا دشت ہو جاتا معطر

کبھی گر جاتی گیسو تابتا تا
دل ہمچک شہ بتابتا تا تا
خرامان ناز سے ہوتی وہ خوشخو
تو فرش راہ تھی چشم خسرو

وہ شیریں بات کرتی شاہ سے ہم
دلو بر کی ہوس میں جان تا لب
صحبت میں وہ یکجا دونو باہم
بسر کرتے تھے شادی سے ہر اک دم

بایں قربت تھی شہ کو صبر کب
شجاعت شہزادہ دلیر کی اور کیفیت شکار شیر کی
کر دیکھی منزل مقصد کو دور

کیا خسرو نے عزم صید اک روز
لیے ہمراہ محبوب دل افروز
ملے ایسا جیسے محبوب پہنچا
تماشا ہر جگہ اوسکو ہر گاہ

عجب کچھ خرم و دلکش وہ جا تھی
نہ سوسن کے سوا کوئی گیا تھی
وہ دونو عاشق و معشوق یکتا
لگی عشرت وہاں کرنے بانداز

لگی پینی شراب سرخ باہم
ہوائے شوق میں بیٹھی تھی خرم
کہ اک جانب سے آیا ناگہاں شیر
ہوا ہر ایک اپنی جان سے سیر

ہوا وہ حملہ آور آ کے جس دم
ہوئی ہیبت سے ساری لوگ بیدم
بہت لوگوں کو وہ اس نے پست کر
طرف شہ کے دوڑا جست کر کے

اگرچہ شاہ تھا مشغول مستی
مگر کی اوسنی کیا چالاک دستی
نہ ہرگز کچھ سلح کا دان نشان تھا
کسی کے پاس نہ تیر و کمان تھا

وہ لیکر شہ نے بس مارا جو اک تیر
تو کی راہ عدم کی اوسنی تدبیر
وہ شیر تند شہ کا تیر کھا کر
گرا جوں گرتہ بیجان زمین پر

بحکم شاہ کاٹا اوسکی سر کو
خوشی حاصل ہوئی ہر اک بشر کو
جو دیکھا یہ طریقہ زر گر کا
لیا شیریں نے بوسہ دست شہ کا

جو چوما دست شیرین شکر ریز نے ‏— تو اوس مستی مین موقع پا کے شہ نے
لیا بوسہ لب شکر شکن کا — کہ شکر کا مزہ حق ہے دہن کا

پہ اول چاشنی شیرین کی پائی — لیا سب بھول دنیا کی مٹھائی
اوسی لذت ہوئی حاصل تھی جبکہ دندان — کہ رہتا تھا وہ ہر دم تیز دندان

نگہبانونکے ڈرسے شہ تھا مجبور — نگر پاتا کبھی اونکو جو کچھ دور
لب شیرین سے کرتا نوش دارو — کبھی پہلو سے کرتا گرم پہلو

کبھی پستان شیرین پر نظر تھی — نظر دزدی پہ اوسکو اقتدر تھی
کہ جون گلشن مین کوئی دزد چلے — بچا کر آنکھ ایک پھل توڑ کھائے

وہ خسرو تھا تو بیشک شاہ پرویز — بنا تھا گنج شیرین کا مگر چور
کبھی ہوتا جو شہ مستی سے مدہوش — تو ہوتا اوس پری رو سے ہم آغوش

کنار و بوس سے رہتا فقط شاد — نکرتا حرف مطلب کو کبھی یاد

صفت شب مہتاب اور خسرو کا بیان اضطراب

جو نکلا ایک شب ماہ دل افروز — ہوئی شب روشنی مین غیرت روز
فروزان نور ماہ چار دہ تھا — زمین جیسے عبیر افشان ہوئی شب

ہر جانب یہ رنگ آب چھایا — بساط نور گویا بچھ گیا تھا
بچھا تھا اونپہ فرش سنگ مرمر — سراسر چاندنی سے تھا منور

نہ فضا اوس فرش سے تھا فرق کچھ — دہی اک چاندنی و سپہر کا نے
نہ تاریکی کا اوس شب مین نشان تھا — اگر تھا زلف شیرین کا گمان تھا

زمرد گون جو تھی اوراق اشجار — ہوئی الماس کی تھی وہ گہر بار
گمان روز کر مرغان گلشن — ہر اک جانب سے ہوتی تھی نوا زن

وہ خنکی سی وہ تال الہی — چلی آتی تھی ہر جانب ہوا بھی
یہ بھی تاثیر حاصل اوس ہوا کو — کہ جیسے تیر کا بھی لہو ان

جو ہر جانب سے آتی نکہت گل — تو یاد آتا تھا اوس دم ساغر مل
چلی اسطور جیسے باد بہاری — ہو عاشق کو کیونکر بیقراری

غرض شیرین خسرو دونوں ہمراہ — جو تھی رونق فزا اشجار سرو ماہ
کہا شہ نے کہ اے ماہ دل آرا — وہ شیدا اسطرح ہوئی شکیبا

میسر سکو ایسی رات ہوئی — نہ مطلب کو بہو اتھا کبھی تو لی
عجب صابر وہ دو اہل وفا ہین — کہ ظاہر مین ہین یکجا پر جدا ہین

نہین قائم ہے کچھ حسن جوانی — اسی ہے یار ان نقابے صبا دانے
نہین ہرگز چمن کو پائداری — نہین ہر دم رہوان بادبہاری

منور جو ہے اس شکر لب — نہین ہوتی ہر شب ایسی شب
فلک پر آج ہے یہ ماہ کامل — زوال اب گل ہے مگر اسکو حاصل

مناسب ہے کہ انسان وقت پاکے — نچوڑے اپنے دل کو مدعا سے
نکیون وہ تشنہ لب جا بیٹھ رکے — لب دریا جو پانی کوئی رکے

ہوئی بات تو نسبت شہ کو وہ پری — کیا پر دیو حرص و آز کو قید
کہ لمبی اوسکے تھا سو گنبد کا پاس — وہ روکی تھی طبیعت کو لعین پاس

خرامان تھی اسی ناز و ادا سے — گئی دونون وہ بیٹھ عشرت سرا مین
ادھر شہ تخت پر تھا خرم و خوش — کہ ہمراہ آ گئے غلامان پریوش

اودھر وہ تخت پر معشوق طناز
نہیں دس ناز بستان اسکی دمساز

رہیں یوں گرد شیرین پری وہ عیار
خزانی کے نگہبان جیسے ہوں مار

وہ ساری رات عشرت لیے بسر کے
نیاز و ناز سے آخر سحر کے

شگفتہ ہو گیا جب دم گل خور
چلا ہر ایک سو رونے اوٹھکر

گئی غنچہ دہن وانسے جو بچھڑ
گذارا یکلی سے شہ نی دن بھر

اوٹھایا خور نے جب دم فرق انور
بچھایا چاندنی کا مہ نے بستر

بتان ماہ پیکر باصد آئین
بناز و غمزہ پیش شاہ آئین

ہوا شغل سبا اودن مین آغاز
جلو ریز او نہیں شیرین تھی بصد ناز

دل شہ عشق سے تھا اسکے پر جوش
خیال وصل مین کرتا تھا مے نوش

ہوا سر و جب شب کے آخر
تو دیکھا بت کو اک مٹھی لیکر

کنایہ سے جو کہتا مطلب دل
اشارا سے جواب اوسکا تھا حاصل

ہوئیں جب دو تونکی ہمگفتار آنکھیں
وکیل دو دل کی تھیں وہ چار آنکھیں

حلاوت راجو باتین تھین آنند
رہی دونو کو لب باہم گزند

رہی عشرت گزین باہم وہ دو یار
بہت آئین اسی صورت سے لیکر

حرارت عشق کی ہوئی جب آوز
تو پوشیدہ وہ پیتے شربت لب

کبھی مائل وہ چنگ و دف کے تھے
خرامان گہ لب نہر و دریا تھے

نہ ہرگز وقت فرصت ہاتھ آیا
نہ ہرگز کوئی مقصود پایا

وہ شہ ماہی صفت رہتا تھا مضطر
کرائی حال میں [illegible]

اسی صورت بعیش و کامرانی
بسر کرتی تھی ایام جوانی

خسرو کا سوال بخواہش وصال

پلا ساقی مے نوشین کا اک جام
کہ دل ہے اب سراسر طالب کام

کہاں ہوتی ہے یہ صحبت میسر
جو ہم پیا ہو ہر دم اپنا لہو

ہوئی مہتاب سے اک شب وہ پرنور
تجلی سے تھی پر جیسے کوہ طور

پیالے سب کے کرتے تھے پری نوش
ہر اک نے ہیں ہارا ہوش کے جوش

نگہبان جو تھین شیرین کی ہمدم
وہ اوس شب خوب سوئیں جیسے بے غم

جو پائی اوسگھڑی خسرو نے یکھات
تو شیرین کے گلے لگکر کی بات

کہ سن اے دار و درد دل و جان
اوٹھاؤں کب تلک مین درد ہجران

جو ہاتھ آیا ہے وقت عشرت انگیز
نہیں معلوم کیون تجکو ہے پرہیز

پلا دے گر زلال کامرانی
تو حاصل ہو دوبارہ زندگانی

اگر ہے وصل تیرا آب کوثر
تو کر مجھ تشنہ فرقت کی لب تر

نہی یہ رسم مہمانی ادا ہے
کہ خوان آگے ہے بھوکا مرتا ہے

تساہل میں تجھے گذرے بہت دن
کس صورت نہیں ہے صبر ممکن

میسر وقت ہے بد خیل اغیار
نہیں لازم تجھے اس وقت انکار

موافق ہوئی جب تجھ سا دلارام
تعجب ہے جو عاشق کا نہو کام

تجھے ڈھونڈتی میری جستجو تھی
مجھے تیری تلاش ایسا ہر سو تھی

اوٹھاکر رنج و غم دو دن تکلیبا
ہوئی بخت ہمایون سے جو یکجا

اگر حاصل نہ ہو یہ کام دل ہے
میسر کس طرح آرام دل ہے

نہ تنہائی میسر ہوگی ہر دم
ملا یکجان وقت ہمنشین ہم

تری یا تو دنیا ہی بہت ہمسری کر
نہ کچھ پھر خدا اب سرکشی کر

یہ کہکر ہاتھ پکڑا اوس پری کا
نکالے حوصلہ یا اپنے جی کا

شیریں کی عذرخواہی اور عصمت پناہی

بتِ شیریں نے بھی کر کے تشکر خند
دیا پاسخ بہ از شیرینیِ قند

کہ ای سلطانِ اقلیمِ عزیزی
زلیخا کرتی ہے تیری کنیزی

پھر حسن کا تو مہرِ انور
میں اک ذرے سی ہوں ناچیز و کمتر

میں اک قطرہ تو اک عمانِ ذخار
بھلا دریا کو کیا قطرہ سے درکار

شہنشہ کی کنیزیں مجھ سے دہ چند
کہ رخسار اونکے رشکِ گل ہیں لب قند

جمالِ خوبروئی اونپہ بس ہے
ہماری خواستگاری اک ہوس ہے

رہے مابین میں گر الفت پاک
اوڑا سکتا نہیں کوئی بھی پھر خاک

جو کی تحصیلِ مقصد میں شتابی
تو ہوگی واسطے میرے خرابی

نہیں اس بات میں عجلت ہے درکار
کہ رکھتی ہوں میں آئینِ حیا اسرار

نہیں زیبا ہے ایسی بات شہ کو
جو نزدیکِ شریعت ناروا ہو

خدا کا دل میں شہ کی خوف کچھ بھی ہے
بھلا گندہ کہ اچھی ہے تمیز اونکی

ادھر خسرو ہوا گو ناشکیبا
ادھر سے اک نیا حیلہ تھا پیدا

جو دیکھی شہ کی اوس نے گرمجوشی
تو بس کرنے لگی وہ چشم پوشی

دوبارہ سوالِ شاہِ نامدار بکمالِ انکسار

سنا غمزہ دکھاتی تھی وہ ہر دم
کبھی ہنستی کبھی ہوتی تھی برہم

جو دیکھی شہ نے اوسکی حیلہ جوئی
ادھر نرمی ودھر کی سخت گوئی

یہ جانا کیا انکساری کی تقصیر
کہ خود آئینِ ہیبت کرتی ہے تاخیر

لگا کہنے کہ ای سن ای ماہِ تابان
بہت بندہ ہوئی ہیں تیرے سلطان

نہیں یہ طرزِ مے نوشی ہے خوشتر
کہ ہوں میں مست تو ہشیار یکسر

پئی گر شوق سی می کی دو یک جام
خوشی سی پھر نکالو تو مرا کام

کسی زاہد کو دی پندِ شریعت
نہیں ہے عشق پابندِ شریعت

پھنسایا دام میں گر مرغِ دانا
تو کیوں دیتی نہیں ہے آب و دانا

شرابِ ہجر سی ہے جان لب پر
شرابِ وصل سے کر لب معطر

رہوں خاموش مثلِ شمع کب تک
کہ وہ دل مرا ہو جائے لب تک

جو پروانہ صفت دیگا میں جان
تو پھر تو شمع سان ہوگی گریان

رہے گردن پہ تیری خون میرا
نچوڑی جسم تک تا اوس وقت تیرا

کرے گر قتل مجھکو ہے سزاوار
غضب اسوقت پر تیرا ہی انکار

اگرچہ میں ہمہ بابر برو
کہ دلی جاتی نہیں ہے آنکھ گو تو

جو ہو قابو مرا تجھکو دکھاؤں
کہ تیری عشق میں دل ہو گیا خون

نہیں فرصت سوا قالب میں جان کے
خدا جانے کہ کیوں تو بدگمان ہے

اگر ہے رنجِ ہجر آب و گلِ عشق
مگر ہے وصلِ جانان حاصلِ عشق

نیا نہ عاشقی سارا ہی بیکار
تھے معشوق جب عاشق کا غمخوار

وطن ہے درد بیان بتا ہوں غم
نہیں لازم کہ ہو مجھکو تو محرم

میسر آج یہ صحبت ہے کہ کو
خدا جانے کہ کل ہو یا نہ ہو پھر

نکر پھر خدا اب کچھ بھی تاخیر
کہ ہے عاشق ترا اسیر و دلگیر

شیرین کا انکار بصد حیلہ و تکرار

لگی کہنے شکر لب ای جہاندار | نہیں لازم ہے تجھکو ایسی تکرار

پسند حق ہوا ہی عشق صادق | خدا اوسکو کرے جو ہے وہ فاسق

نہ پھیلا ہے گھڑی [illegible] | نگر زنان حرام اب تو سنا دل

نعشق مین تو ہی مجھکو بھی کاہش | نہیں پر دلکو کچہ لذت کی خواہش

محبت ہو گی کیا تا بت سیمبر | یہ بدری بھی نہین [illegible]

نہ شاہان سلاطین سے ہم بدتر | عبث اس بات میں اب تنہ کرو [illegible]

جو برکت ہے ہو رسم خاندان سے | او ٹھاؤن بے عقوبت لاکھ جانسے

کبھی ہوئی ہو جیسے ایسا بد کام | تو خاص و عام مین ہو جاؤن بد نام

جو ہے ناموس کے لیے انتظام سے | بزرگو نکی ہو ضائع ننگ نام سے

حصول کام سے تو ہے [illegible] | [illegible] آبرو یہ مفت برباد

بچا یا ہے جو ہمنے [illegible] ننگ | نہیں لازم کہ ماری او سپہ سنگ

کنار و بوس کی لذت [illegible] | [illegible]

علاوہ اسکے [illegible] | تو بہ [illegible]

کہ اب ایسی تو اپنے [illegible] | [illegible]

[illegible] | [illegible]

مناسب ہے یہ تجھکو [illegible] | [illegible]

[illegible] | [illegible]

[illegible] آشنا و جمال پرستی از راہ [illegible]

نہیں [illegible] | [illegible]

کہا خسرو نے [illegible] | نہیں ہو گی کبھی [illegible]

لگا کہنے کہ [illegible] | [illegible]

[illegible] | نہیں [illegible]

[illegible] جان [illegible] | شا عاشق [illegible]

امید [illegible] | [illegible] گمان تھا

کہا تھا عشق [illegible] | کیا تو نے بھی [illegible]

[illegible] | [illegible] صادق [illegible]

جہان [illegible] | [illegible]

[illegible] | [illegible]

کرے عاشق جو کچھ [illegible] | [illegible]

[illegible] | [illegible]

[illegible] کی ہے جان [illegible] | [illegible]

[illegible] | بیٹھا ہو [illegible]

برابر [illegible] | [illegible] بیٹھا ہون [illegible] سلطنت

نگر اوسنے نہین [illegible] | [illegible]

[illegible] | نہیں ممکن کہ پھیر [illegible]

یہ کہکر [illegible] دل [illegible] مضطر | لیا اوسنے گو او [illegible]

کرے [illegible] یہ حملہ جسطرح [illegible] | بزور اوسکو لیا جا [illegible]

محبت شیرین نے لیکن در کر طور
بجایا آپ کو اوس سے بہتر طور

شیرین کا جواب ازراہ عتاب

یہ سستی دیکھکر پھر تو وہ دلبر
لگی یون کہنے بس آشفتہ ہوکر

نہین لائق تھی تجھکو ایسی تکرار
ہوئی گستاخ آخر یہ پرستار

ندی ہاتھون سے سلطنت پہ ایمان
نہ دنیا مین لذت کا خواہان

کہ اوسکا دل کسی دلبر پہ آئے
تو اپنا تخت و افسر بھول جائے

پدر کی مملکت سے آئی تری ہات
پڑی اورونکے ہاتھون مین وہ سہات

دیا حق نے تجھے بھی زور بازو
نہ کیون پھر ملک کرتا ہے قابو

جو پہلے بخت و دولت آزماتو
سمجھ ہر دم تو اپنا جی قابو

نہین اس بات مین بہتر کچھ گرمی
کہ واجب ہے ہر اک سختی کو نرمی

بتاتی ہون طریق خیر خواہی
تجھے حاصل ہو پھر تیری شاہی

کہ سن ای خسرو سرمست بادہ
عبث کرتا ہے کد حد سے زیادہ

زبردستی و شہ زوری ہے آزار
سنبھلکر بیٹھ سر آسیمہ نہ کہلا

جو کوئی صاحب تاج و علم ہو
نہین زنہار یہ لازم ہے اوسکو

نہوتا عشق مین غافل جو اونکی
تو کیون تری کی دکھاتا ایک ہنسی

عدو کا گھر ہے تیری دشمنی سے
تو یان غفلت مین ہے بد ہوس سے

عبث یہ حملہ شیری نہ ہی مجھپر
کہ خود عاشق نہین ہوجائے تجھپر

ملیگی سلطنت گر تیری تجھکو
نہین ممکن کہ پھر پائے نہ مجھکو

رہی گر سلطنت آسودہ معمور
مبادا تو رہے شاہی سے پہر دور

جو ہوگا کچھ سر دین سے کرونگی
نہین تو یان ما کرتی رہونگی

سنی یہ گفتگو خسرو نے جس دم
ہوا بس آتش غیرت سے برہم

خسرو کا روم مین جانا اور دختر قیصر کو نکاح مین لانا

ہوئی گفتار شیرین اوسکو نشتر
نمک سے بھی زیادہ زخم پر تر

کہ ای شیرین بت معشوق دلبر
خدا رکھے ہمیشہ تجھکو دلخو

تری صحبت کو پھر سمجھا تھا مشکل
رہا ہر دم اسی مین بس مرا دل

کرون مین اب نہین گھوڑے کو جولان
زمین پر گر پڑے گردون گردان

مگر ہے ہمت مردانہ میری
سہے اک شخص رو بر دانہ تیری

کرونگا جا کے مین دشمن پہ یلغار
نہ بھولونگا نصیحت تیری زنہار

اور اب منظور ہے تجھکو جدائی
رہون کیونکر کہ اب صحبت نہ پائی

چلا شیرین سے وہ دلخستہ ہوکر
لیا لشکر و علم کار دستہ لشکر

منگا کر اوس گھڑی اسپ شبدیز
اوٹھایا کودکے اوسپر شاہ پرویز

سمجھ اپنا نہ غافل مجھکو زنہار
نہین کچھ دفع دشمن کا دشوار

دیا حق نے اگر ایسا اقبال
سمجھتا ہون بد اندیشون کو پامال

کرون گر مین علم تیغ دو دم کو
تو ہو جہان عدو راہی عدم کو

دلائی اب مری تلقین تونے
جو کی مردانگی تعلیم تونے

تری الفت نے آوارہ کیا تھا
مجھے مجبور و بیچارہ کیا تھا

ہوا بعد اوسکے گھوڑے پر وہ اسوار
نہ دیکھا اوسنے پیچھے پھر کے زنہار

نہ تھا خوف زہ راہ انجام
نہ لیتا تھا کہین اک دم بھی آرام

یہ شاہ روم نو پائی خبر جب — گر آیا خسرو پرویز داد لب
منگا کر اوسنے دیکھی لی سگھڑی فال — ہوا اوس فال سے معلوم احوال

کہ اوسکا بخت و دولت سینہ ہونے — خلاف اوسکی کریگا تو زبون ہونے
جو بھی دیکھا جمال حسن خسرو — خوشی حاصل ہوئی قیصر کو اوسکو

سپر داد سکے کیا گنجینہ زر — اور اک دی اپنی دختر نیک گوہر
کہ مریم نام رکھتی تھی پریزاد — جبین تھی رشک ماہ قد رشک شمشاد

رہا صحبت میں خسرو اوسکی شادان — ہو قیصر سے بہت لشکر کا خواہان
کیا ہمراہ قیصر نے وہ لشکر — گراتی تھی زمین کو جس سے یکسر

زر و گوہر خزانے کی بھی انبار — تحائف ہر طرح کے کر کے طیار
کیا خسرو کو بھر با صد محبت — دعائے خیر کر کے اوسکی رخصت

حلا خسرو وہاں سے ہو کے خوشحال — لگا تائید کرنے بخت و اقبال

خسرو کا بہرام کو شکست دینا اور ملک چھین لینا

ہوا ایلغار لشکر کا ہمایون — گیا بہرام بھی پر جا شتابون
چلا لشکر وہ بہرام جہانگیر — برنگ شیر بھر خون نخجیر

مگر اقبال جس سے منہ پھرائے — دلیری اوسکی بھی کیا کام آئے
ہوئی دو لشکروں کی جب چڑھائی — تو صدمے سے زمین چکر میں آئے

جوان ثابت قدم جو بکف تھے — ہر سو آیا دو صف بصف تھے
مبارز کی دہنیں تھی خوا تنگ کاہے — وہ رزم اونکو تھی اک فصل بہاری

مثال ابر تھا شور جوانان — بسان برق تھی ہر تیغ لمعان
تن شمع کی جگہ تھے بار تیر — روان تھا آب خون زخم شمشیر

پڑی ہر جا سو گلگوں کفن تھے — شگفتہ لالہ و گل کے چمن تھے
نشان و نیزہ و تیر باران — بہم تھی صورت شاخ درختان

بجائے گل تو گلہای سپر تھے — دہان پر چھپکے پھل تا شہ تھے
صدائے نای ترکی بھی ہر اک جا — نوائے بلبل گلشن تھی گویا

سپاہی توپ کے چلنے تھے گویا — کہ پڑتی کشت ہستی پر تھی
بہت وان خون کے خیمے رواں تھے — حباب آسا ہزاروں سر تھے

ہر اک شمشیر تھی ماہی دم کام — بنی ہر اک زرہ اوسکے لیئے دام
شتر اب خشم سے خسرو تھا سرمست — سوار پشت توسن نیزہ در دست

بسان رعد وہ ہر سو دوان تھا — رد انہ خنجر اوسکا برق سان تھا
بزرگ سید بھی خسرو کی تھا ساتھ — کہ اعطا لائے فتح اوسکو تھا ہاتھ

اد سی تھی جستجوئے ساعت نیک — تو ساعت نیک تھا اوسکو لگی ایک
لگا کہنے کہ ای سرتاج شاہان — جو ہے فتح و ظفر کا اپنی خواہان

اگر کر اس ساعت حملہ تو بھی یکبار — خدا کا فضل ہو تیرا مددگار
یہ سنتی ہی خدا کا نام لیکر — وہ خسرو جا پڑا دشمن کے اوپر

جو ہار جا کے اک گرز گرانبار — گرا گھوڑے سے وہ دشمن نگونسار
خزانہ دیدہ ہوا گلزار بہرام — ہوا لشکر ہوا آسا سبک گام

ہوا ابہام اجل سے ہوا لرزان — جلا برق بے اقبالی سے خرمن
اجل کے باد صرصر تھی سبک گام — کہ جس سے ہزاروں نخل اجسام

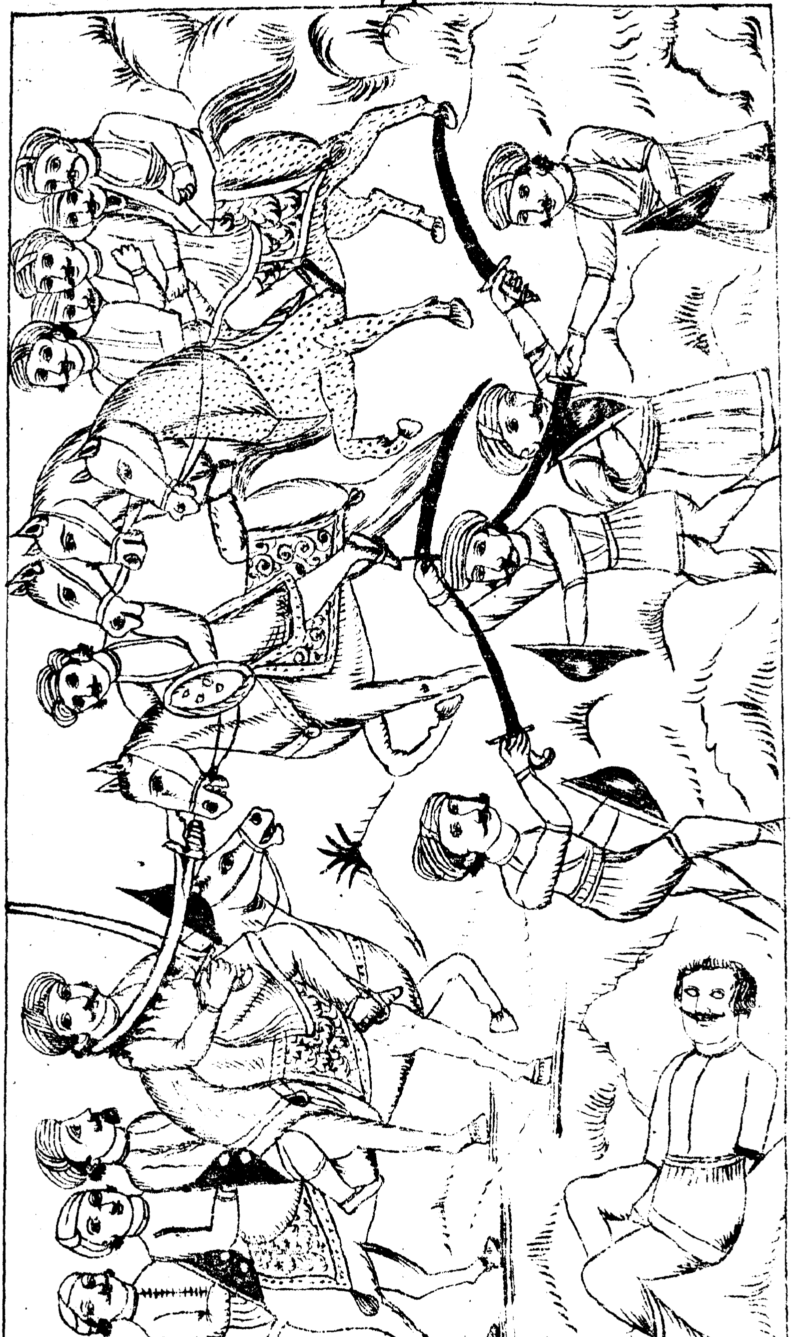

جگر تفتہ ہوا اون شہ میونکا
ہوا فیروز طالع رومیونکا
برنگ شاخ فصل برگ ریزان
ہوا بہرام بیبا مان گریزان

نہ دیکھی رزم گہ مین کامیابی
تو بہاگا چین کو با صد خرابی
بدو نیکی نیک ہو ہرگز نہ کچھ کام
بدی ہی آدمی کا ہی انجام

برائی حاصل حرص و ہوس ہے
سمجھ لو خوب یہ گفتار بس ہے
ہوا خسرو سی برگشتہ جو بہرام
تو آخر یون ہوا اوسکا بد انجام

پلا ساقی مئے گلگون کا ساغر
موافق اب ہوئی دولت یہ ملکر

جلوس خسرو نامدار کا اور عجز حاکمان بدکردار کا

ہوا بہرام پر خسرو جو فیروز
دل محنت زدہ تہا غرق اندوہ
موافق جب ہوا بخت ہمایون
ہوا وہ زینت تخت ہمایون

بنا بگڑا ہوا شاہی کا سب کام
میان شرق و غرب اوسکا ہوا نام
ہوئے حاضر سران ملک کشور
کہ پھیرا تہا جنہون نے شاہ سے سر

جہکا طوق بدنامی سے سر کو
لگی خم بار عبرت سے کمر کو
اگرچہ تہی خصومت کچھ نہانی
عطا کی اور اونکو ملک رانی

لگی بجنے دمادم شادیانے
لگے صد آفرین کے بانگ آنے
ہوئی حاصل بعیش و کامرانی
رعیت کو دوبارہ زندگانی

نہ تہا شہ کو غم شیرین فراموش
مگر چسپان تہے لب رہتا تہا خاموش
مگر تا تہا کبہی ظاہر وہ کچھ غم
رہا مصروف دلداری مریم

وہ نسل عیسوی کے رشک سے تہی
بڑی ہی خسرو کی دل سے پاکیزگی
بظاہر گرچہ مصروف طرب تہا
بباطن وہی رنج و تعب تہا

نہ لیتا تہا اگرچہ نام شیرین
مگر تہی تشنگی جام شیرین
کبہی مریم سے وہ لذت اوڑہاتا
کبہی شیرین کے غم مین پیچ کہاتا

کبہی لیسے یہ اوسکی گفتگو تہی
کہ ای دیوانے یہ کیا آرزو تہی
جو عشرت چاہیے حاصل ہے شاہی
تعشق مین سراسر ہی تباہی

نشان عیش ہی شاہی کا انجام
پریشانی سے ہوگا عشق بدنام
ہوا ہے تو بعبث دونو کا خواہان
نہین ممکن کہ ہو دونو کا سامان

بزرگو نکی مگر یہ بادشاہی
بہت کچہ گفت و شنود نے آئی
جو پہیرون دولت و اقبال سے سر
پسند حق بہلا ہوگا یہ کیونکر

دوم ہی خوف نفرین خلائق
کرون حاصل مین تحسین خلائق
اگر دلدار کا خواہان ہے اے دل
تو تیغ ہجر سے رہ نیم بسمل

کسی دن ہوئیگا مرہم وصل
نہ زخم ہجر اچہا ہو دم وصل
اسی صورت سے سمجہا تا وہ دلکو
رہا مصروف شادی شاہ خسرو

بظاہر شاد تہا وہ تنگ شاد
مگر باطن مین تہا شادی سے آزاد

شیرین کی یاد ہی خسرو مین بیقراری

کہان اے ساقی حسرت ساز ہے
غم ہجر انسے اب دل ہیجان ہے
عجب کچھ عشق کا ہی کارخانہ
کہ یہ ہی آپ فن کا ہی یگانہ

دکھایا آخر شیرین کی ہی دلکو
چہوڑایا دوش سے عشرت سپاہ حشم
نہین خسرو گیا کچہ بند ہو کر
گیا اوسکا تہا کوہ باصبر

غم دوری سی بھو بچا دلکو آزار
شب روشن تھی آنکھوں مین تیرہ و تار
لگو رنج کی جا بنو اک غمخوار گی تھی
اوسی سے حسن آوارگی تھی

بجای می تھا خون دل کا پینا
سدا اکرتی تھی نالی مثل مینا
وفور گریہ سے شوخی دیدہ
رسیدہ شکل آہو سے رمیدہ

مجھے گھر بیٹھے جو حاصل ہوئی دولت
نسمجھی قدر اوسکی مین ہیہات
نکرتی مین جو ہے اوسکی اعتبار
تپ فرقت سی کیون ہوتی نہ بیمار

غم دوری کا چارہ اب نہین ہے
صبوری کے سوا یارا نہین ہے
وہ جو جی چاہتی تھی وہ کیا تھا
لگی بھی مناسب پھر بچانا

اوٹھی نہ بانسی وہ آخر شکستہ
گئی خدمت مین انکی دست بستہ
رخ روشن سے غم تھا آشکارا
کہا خسرو کا اون حال سارا

جو پایا مان نے اوسکو غم مین پابند
تو مہر مادری سے دی وسی پند
کہا ای آرام جان نور دیدہ
سبب ہی درد دل سی غم رسیدہ

گذر جائینگی جب ایام ہجران
تو ہوگی وصل سی خسرو کی شادان
دو کب ہے عشق مین تیری شکیبا
تلاش اوسکی نہین ہی تجھکو زیبا

نہ رسم عاشقی ہاتھوں سی دیگا
محبت ہی تو پھر جی آئیگا
مہین بانو کی سمجھانے سی ناکام
رہے جندی شکیبا وہ دلارام

اوٹھایا دل سے اپنی درد دوری

مہین بانو کا مرنا اور شیرین کو وصیت کرنا

صبوری کو وہ سمجھی ضروری

مہین بانو پہ پیری نے ستایا
تو جانا وقت انکا ہو گیا
تب شیرین کو پاس اپنی بلایا
حوالہ کنجیان کین سب خزانکا

کہا ای باعث تقویت دل
ترا ہو فضل حق پیوستہ شامل
نہین اب سلطنت سے مجھکو کچھ کام
کہ میری عمر کا لبریز ہے جام

مبارک ہو تجھی اب تخت شاہی
نہ لانا عشق سے اوسپر تباہی
نہ دینا ہاتھ سی رسم عدالت
نہ چلنا بھولکر راہ ضلالت

نہین ملک جہان کو پایداری
گذر جاتی ہی اکدن شہریاری
نہ رہ تو محنت ہجران سی پُر غم
کہ عین دنیا مین رنج و غم ہین باہم

کبھی ہے رنج و غم سے اضطرابی
کبھی عیش و طرب سے کامیابی
صبوری سے جو کوئی ہند جو آئے
نہین ممکن کہ پھر مقصد کو پائے

اگر مقصد کا نیک انجام ہوگا
تو معشوق تیرا نام ہوگا
گلی سے اپنی شیرین کو لگا کے
وہ سمجھاتی رہی آنسو بہا کے

ہوئی لبریز کے بعد چند ہمدم
ہوئی پیمانہ اجل سی پُر لبالب
کسیکو بھی نہین ہرگز بقا ہے
کہ باقی اک وہی [illegible]

یہ لکھتا ہے وہ راوی خردمند

شیرین کا جاری سی گھبرانا اور مداین مین آنا

مہین بانو کی جب انکھین ہوئی بند

تو پھر وہ سلطنت شیرین نے پائی
لگی کرنے وہ نت کشور کشائی
رعیت کو عدالت کیا شادمان
بسی اکثر کئی شہر اونسی آباد

ہوئی داد و دہش نیت و شاہی
کہ تھی مظلوم و بیکس احمق انذر
ہدی ہاتھوں سے رسم نیک نامی
ہوا عالم مین جو اسکا نام شاہی

رہی مصروف شاہی تا بسالی
وہ دلبر تخت پر با جاہ و اقبال

ولیکن عشق کب رہتا ہے صابر
دل عشاق پر رہتا ہے جابر

غرض پھر دین بار العشق نے تو
کری کب تک کوئی آتش کو پنہان

اگرچہ دولت شاہی تھی حاصل
مگر ہرگز نہ تھی وہ سیر مائل

نہ خسرو کی جو اوس گل کو خبر تھی
تو ہر دم مثل شبنم دیدہ تر تھی

سنا جس دم کہ وہ شاہ جوان بخت
ہوا رونق فزای افسر و تخت

ہوئی مسرور اوسکی جان غمناک
بجا لائی وہ شکر ایزد پاک

مگر مریم سے وہ بت تنگدل تھے
کہ مریم بھی حسد مین سنگدل تھے

یہ اوسکی دل کو اک تازہ ہوا درد
لگی حسرت سے آہین کھینچنے سرد

ہزار دن ملتے غم دل پہ سہتی
کبھی پہر لون پہ ای غمگین سے کہتی

کہ اب تک سلطنت بس تھی سزاوار
نہین سوجھا اوسکو مجھسی آزار

کیا اب عشق نے دلکو مری رام
مبادا کار شاہی ہو نہ بدنام

یہ بہتر ہے نہ لون اب نام شاہی
نہ ہو شوریدگی سے کام شاہی

کیا تجویز اک سردار عالی
کیا اوس سلطنت کا اوسکو والی

ہوئی پھر چند روز دلسی جو غافل
تو اوس دم آپ لگی کو بلا کے

چلی تنہا سے وہ اوس کوہ جانب
اوسی قصر بلا کی اوس نے لی راہ

ہوئی رونق فزای قصر شیرین
ہوا آتشکدہ اوس بت سے رنگین

فروغ خسرو اوسکے سنگ سے دوران
ہوئی الماس سے بہتر فروزان

سنا خسرو نے آئی ہے پری یار
شجر امید کا لایا ہے پھر بار

مگر تھا خوف مریم سے ہراسان
کہ مریم اوسکی تھی ہر دم نگہبان

نہ شیرین کو بلانے کی اجازت
نہ وان جانیکی تھی اوسکو فرصت

فقط پیغام پر رکھتا صبوری
رہی قربت مین بھی غمہای دوری

اوٹھا اکدن جو خسرو بامدادان
تو بیٹھا تخت پر خسرو شادان

بہرام کی فرنگی خبر اور خسرو کا بیان معرفت او سرہنگ

مرتب سر پہ خسرو کی وہ افسر
کہ کرتی تھی سر خور رشک قیصر

غلامان و خدم جو تھے پری وار
کھڑی خاموش مثل نقش دیوار

پس از خسرو کو وہ جاہ و حشم تھا
کہ اپنے عہد کا کاوس و جم تھا

کسیکو بھی نہ تھا اوس عہد مین غم
گذرتی تھی خبر عشرت کی باہم

ہوئی تھی یکقلم بیداد معدوم
جو تھی ظالم ہوا غمخوار مظلوم

جو رکھتی سر کو تھی نخوت سے پر جوش
کیا خسرو کا حکم آویزہ گوش

سران ہفت کشور حسب جاہ
ہوئی تھی جان و دلسی بندہ شاہ

وہ سب حاضر تھی اوس دم بزم مین نیز
کھڑی تھی با ادب اپنی جگہ نیز

آیا شہ کے آگے اک دربان
کیا یوں عرض اوسنے ہو کے شادان

کہ ای شاہ جوان دولت جہان بال
رہی دائم مدد پر تیری اقبال

عدو جو شہ کا تھا بہرام چوبین
نصیب اوسکے ہوئی اک گوشہ گیری

تری شاہی کا اوسکو سر مین تھا شور
خرابی ہے ہوا آخر وہ در گور

ہوا سنتے ہی شہ کی دل مین اک درد
کہا اک آہ دلسی کھینچکر سرد

نہین مرگ عدو سے شادمانی
کسی کی ہے یہان حیات جاودانی

یہی دائم ہے رسم چرخ دوّار
کسیکا یہ نہین ہوسکتا غمخوار
بتائی گہ کسیکو راہ شاہی
دکھائی گاہ دشت نامرادی

بٹھا گئی گہ کسیکو بر سر تخت
کسیکی گاہ برگشتہ کرے بخت
عبث دنیا کا ہو انسان طالب
عبث ہے دل پہ کہنا حرص غالب

خدا کی یاد رکھی وہ بیا کی
نہ پہنے کچھ بجز ملبوس خاکی
کہان بہرام اور اوسکی دلیری
کہ میدان مین کیا کرتا تھا شیری

پڑا جب سابنا تیر اجل سے
بنا کچھ بھی نہ پھر دست عمل سے
یہ فر سلطنت آخر فنا ہے
بجز نام خدا کسکو بقا ہے

ہوئی سردار سب سنگ گریان
ہوئے اخلاق خسرو کی ثنا خوان
اسی صورت سے خسرو تا بسہ روز
رہا بہرام کے غم مین جگر سوز

غرض روز چہارم جب کہ آیا
بساط غم کو سینے سے اوٹھایا
گئی آواز شادی تا ثریا
ہوا سامان عشرت پھر مہیا

سحر کو وقت وہ شاہ جوان بخت
جو بیٹھا روز چارم بر سر تخت

بیان باربد کی گانیکا اور خسرو کی حد مین لانیکا

ہوا جب مست مے سے شاہ خسرو
تو فرمایا کہ لاؤ باربد کو
غلام و خادمان حور تمثیل
بجا لائی وہ حکم شہ بہ تعجیل

ہوا حاضر وہی مطرب خوش آہنگ
لٹکایا اپنا ساز بربط و چنگ
وہ موسیقی مین تھا اوستاد کامل
تھا اوس فن مین اوسکا مقابل

وہ طنبورہ کہ جب کہتا تہا گا بیدے
تو ہوتی راگ حاضر ہاتہ باندہے

نہین وہ چھیڑتا تہا ساز کا تار
وہ انکو کھینچتا پردے مین ہر بار

وہ بزم شاہ تہی از بسکہ گلشن
ہوا بلبل صفت مطرب نوا زن

یہ عالم کر دیا تہا اوسکی دہن نے
لگی سر رشک سے ناہید دہننے

جو گایا نغمۂ ساز نگ چہایا
تو سب کہتے تہی ایسا رنگ چہایا

یہ عالم کر دیا غاریگی گت پر
لگی غارت دلونکی ہونے یکسر

ہوئی خوبی سے اوسکے دست ہر تان
دل عشاق کو تلوار کی سان

جو تہی مطرب بسا خرانے سا چہاڑے
ہوئی ہر اک پہ اوسکو مر آرے

خیال و ریختہ اور دہر پد ترانا
رہا تا نیم روز اوسکا وہ گانا

یہ ہر پردے مین مطرب کی ادا تہی
کہ ملتی اوسکو ملبوسی قبا تہی

عجب قانون کا تہا پربی سلسل
نہایت سوہنی تہی اوسکی کل

ملایا اوسنے جب ساز طرب کو
خیال لحن اودی تہا سبکو

درست آتی تہی اسکی ایسی تال
کہ سہرہ دہنہ سے بجتی تہی ہر تال

یہ خوش حق اوسکی آواز دیتی
کہ دل لینے کو تہی اوبہار کانے

مزہ دیتی تہی ملتانی کی سنگت
کہ اوسکے ساتہ ملتانی تہی سنگت

لگاگاتی وہ جب جنگلی کی دہن کو
ہرن جنگل سے آ اوسکے دست ہوتا

وہ ہو مین ستقے تہا ایسا ہنر ور
تکلم اوسکا تہا گویا اگر سر

بجایا اوسنے ادا ایسا ساز دلکش
کہ دربار ہوئی سب اوسسے تحو

شہنشہ خسرو کہا سنکر یہ ملو حال
دیا مطرب کو پیراہن و مال

شہنشہ اوسپہ ہر ہر واہ کرتا
خیال و ترانہ مین آہ کرتا

یہی تہا رسم شاہ پاک گوہر
دیا ہر واہ پر اک ہمیانۂ زر

خسرو کی مریم سے درخواست اجازت بکمال حسرت

اوٹھا محفل سے خسرو خشمگین ہم
گیا خلوت سرا مین پیش مریم

سنا تو نے بھی ہے شیرین کا احوال
کہ میرا دل ہے جسکے غم مین پامال

ہوئی میری محبت مین وہ بدنام
ز غم شیرین سے میرا تلخ ہے کام

جو ہو تیری اجازت اس مین جان
چہوڑا زندان غم سے اوسکو لاؤن

کہ شیرین خلق ہے از بس وہ دلبر
اطاعت سے نہ پہیرے گی کبھی سر

جو بولون اوسسے بی مرضی تمہارے
تو البتہ سمجھ تقصیر میری

لگی کہنے کہ اے شاہ جوان بخت
پسند آیا تجھے میرا نہ غم سخت

گئی تہی جسکی پیچہے بادشاہی
وہ جسپر ہے نہ تیری پاس آئے

کہا ایجان جان اے خوش دل
سدا ہو دور تجہسے کاہش دل

مری فرقت مین آوارہ ہوئی ہے
بہت مجبور و بیچارہ ہوئی ہے

مصیبت عشق کی ایسی ہی ہے
کہ اک قصر بلا مین آرہی ہے

یہان آئیگی تو مثل پرستار
رہیگی ہر گھڑی تیری وہ غمخوار

مری خاطر اگر ہے تجھکو منظور
تو کر صحبت سے اپنی اوسکو مسرور

یہ سنکر اوسنے کھینچی سرد اک آہ
برا ہوتا ہے آخر سوتیاڈاہ

تجھے شیرین اگر خلوت مین ترسے
مگر مجھکو ہلاہل سے بتر ہے

نہ باز آیا تو پھر آوا گی ہے
بنا بات ہے بگڑی گی ہے

بہت کچھ ہجر مین تیری سمائی | بلا سر پہ مری تو نے بلائی
جو مین سے رنج آئی ہاتھ تیری | خلش رکھتا ہی یون تو ساتھ میری

ہوئی وہ مجھ سے جب برباد تھی | ہوئی مین باعث آبادی
مگر سمجھی نہ تو نے قدر میری | کہ ہو نمین جان و دل سی دوست تیری

ہوا معلوم تو ناآشنا ہے | کہ در پردہ اوسیکا آشنا ہے
خبر شادی کی تیری جب وہ سنکر | پشیمان ہوکے خود آئی یہان پر

رہی آکر ہی ویرانے کے اندر | بلا کا دور ہی رہنا ہی بہتر
کیا تو چاہتا ہی مجھکو برباد | مجھی بھی ایسے حیلے مین بہت یاد

تو دیکھا حال کیا اپنا کرونگی | کہ اس صدمہ سی مین کچھ کہا مرونگی
عجائب نسل عیسائی تھی مریم | ہوئی صاحب سے اپنی سخت برہم

شہ خسرو کی سنکر اوڑ گئی ہوش | ہوئی وہ عقل و جوش سب فراموش
ہوا اس حرف سے اسکو ہراسان | مبادا یہ کری ایسا ہی سامان

کہا تو ہی تو اک آرام جان ہی | عبث مجھ سی مری جان بدگمان ہی
دکھایا مینے یہ طرز ظرافت | بپا کی تو نے میری سر پہ آفت

کیا شہ نے خوشامد کر کے راضی | ہوا وہ رنج اوسکی دلسی ماضی
بظاہر وصل مریم سے تھا خرسند | مگر رہتا تھا ہر دم غم مین پابند

مگر دائم وہ شاپور خرد ور | قریب تھا وہ پوشیدہ پہنچکر
خبر شیرین کی پہونچاتا تھا اسکو | کبھی شیرین سے کہتا حال خسرو

مگر شیرین رہا کرتی تھی حیران | کہ کیونکہ چین مین خسرو کی جان ہی
کبھی کہتی تھی محبوب وہ نہ ہے | کہون کیونکر کہ اتنا بیوفا ہے

یہ دو باتین کہ ہین اک عین ہمدم | خیال سلطنت دل خوف مریم
غرض یون جانتی ہی عشق و نیرنگ | رہے پیغام پر چندی شکیبا

شیرین پاس جانا شاپور کا بطلب اور اسکا غصہ دکھانا

ہوا فرقت سی اکدن شاہ محجوب | لگا کہنے کہ اے غمخوار شاپور

تو پوشیدہ یہان لا دلربا کو | نہان تک کھہر جبین اوس لقا کو
کوئی جانی نہ حال اسکا تو بہتر | کہ دو حاسد نہون یکجا تو بہتر

کسیکا بھی نہین ہر گز مجھی غم | مگر ہے دل مین میری خوف مریم
نہین ممکن کہ وان تک جاوین ایسان | کہ مخبر راہ مین اسکی بہت ہین

خبر اس راز کی مریم جو پائی | تو کیا جانے بلا کیا سر پہ لائے
جو خسرو دل سے بہت بیکل ہی تھا | تو پھر شاپور نے غمخوارگی کی

وہان سے قصر سنگین مین وہ آیا | ادب پیش شیرین سر جھکایا
لگا کہنے عبث ہی اب غم سخت | دکھاتی راہ مین دولت و بخت

دل خسرو تری غم مین ہی خستہ | مگر مریم سے ہے وہ دل شکستہ
کری گر ترک شہ مریم کی صحبت | تو ہو یہان قیصری خجالت

اسی سے شہ نے بھیجا مجھکو یان | کہ پہونچا و نمین پوشیدہ تجھی وان
وہ رکھیگا تجھی یون سب سی نہان | بدن مین جیسے پوشیدہ رہی جان

ہوئی آشفتہ وہ سنکر یہ حال | پریشان کردئے رخسار پر بال
لگی کہنے کہ اے شاپور بس کر | کہا بیہودہ گوئی سے مرا سر

کیا آوارہ مجھکو سروری سے ۔ وہاں آیا مگر حیلہ گری سے
دکھائی شکل ایسی بیوفائی ۔ نہیں ہے شرم جسکو کچھ خدائی
نہیں دلمیں محبت کا اثر ہے ۔ جو میرے درد سے یوں بیخبر ہے
وہ اب ورد کی میری نہیں ہے ۔ علاج اپنے کیے کا بھی نہیں ہے
رہی مریم یا نہیں عروسی ۔ کنیزانہ کرون میں خاکبوسی
رہی دن رات وہ مریم کہ زبان ۔ مجھے قیدی بنائی اک قفس مین
مجھے سمجھا ہے ایسا حقیقت ۔ رہوں جا کر جو میں ونکی صورت
شبستان ہو جو اونکی خاکبستر ۔ ولیکن مجھکو دوزخ ہے بدتر
ہوئی شنا اوپر آتش جو وہ گرم ۔ تو آئی دلمیں اوسکے بہت شرم
نہایت پاس کرتی تھی دلدار ۔ کہ اوسکا تھا وہی اک انہ غمخوار
لگی آہستہ کہنے ای ہنرور ۔ مری جانب سے کہنا اوس سے جاکر
کہ ای سلطانِ ملکِ بیوفائی ۔ وفا کی خوب شرطِ آشنائی
ہوئیں وہ صحبتیں یکسر فراموش ۔ جو ہمسایہ ہو کیوں بیٹھا ہی خاموش
ہوا مغرور تو یارا جو بہرام ۔ میں اک غم میں کیوں لاکو ہر آرام
بلائی عشق میں میں مبتلا ہوں ۔ جو یوں قیدی ہی زندان بلا ہوں
کہا جو کچھ کہ تو نے سب بجا ہے ۔ یہ اپنی ہی کیے کی سب سزا ہے

بیان داستان کی تازہ بنیاد کہ بنا عشق شیرین و فرہاد

جو ای ساقی کوئی ساغر پلا دے ۔ طبیعت رنگ تازہ پھر دکھائے
یہ حسن و عشق کیا کیا میں دکھاؤں ۔ نیا ہر رنگ سے گل میں کھلاؤں
بھلے چنگے کو دیوانہ بناؤں ۔ ہر اک جا فتنہ خفتہ جگاؤں
وہ شیرین تھی جہاں میں ایسی دلبر ۔ نہ اپنا حسن میں رکھتی تھی ہمسر
رہی قصر بامیں سخت دلگیر ۔ نکھاتی تھی غذا کوئی بجز شیر
عجب ناقص مہم تھی اوسکا کی ۔ موافق تھی غذا کوئی نہ اوسکی
موافق شیر گرچہ بیشتر تھا ۔ مگر ملنے میں اوسکی دردسر تھا
کہ جنگل نخل خرزہرہ کا وان تھا ۔ ثمر ہر ایک زہر جانستان تھا
اسی گلہ بان تھا سخت مجبور ۔ وہ رکھتا گلہ گاوان بہت دور
بہت شیرین تھا کرتی ہراسان ۔ کہ یہ مشکل ہو کس صورت سے آسان
ہوئی جب شیر بہری عاجز لب ۔ نشیں اوسنے کیا شاپور کو تب
کہا ای مرد جہاندیدہ دانا ۔ کہ اب تجویز کچھ تو چاہیے کرنا
سنا جب مہم کہ شیرین ہے یہ احوال ۔ لگا شاپور کہنے اوس سے فی الحال
کہ یاں اک مرد ہی نام اوسکا فرہاد ۔ کہ پتھر کاٹنے میں وہ ہی استاد
جو کھودی پتھر و نقش نگین ۔ تو سنگستان کو کر دی غیرت چین
بلاد چین میں اک میں اور وہ یار ۔ ہوئی تھے جا کے شاگرد یک بار
کیا استاد نی قسمت جو پیشہ ۔ قلم مجھکو دیا اور اوسکو تیشہ
اوسی سے ہوگا مقصد کا سرانجام ۔ نہیں استاد کوئی اس سا بکام
جو شیرا ای یہ سن حکم پاؤں ۔ پتا اوس مرد دانا کا لگاؤں
سنا شیرین نے یہ احوال جس دم ۔ گئی بھول اپنے دل سے شیر کا غم
سحر فرہاد کو شاپور لایا ۔ میان قصر سنگیں لا بٹھایا

وہ فرہاد اک ہنرور پہلوان تھا | قوی بازو تھا اور رستم توان تھا
سجا آداب سلطانی وہ لایا | پرستاروں نے عزت سے بٹھایا
سر کرسی وہ بیٹھا کوہ پیکر | بسوی چرخ کہتا تھا نظر کر
کہ دیکھا چاہیئے اب تیری بازی | کری پردیسی کیا نیرنگ سازی
کری حق مین مری کیا اب تو پیدا | نہین معلوم کیا پنہان ہو پیدا
فلک نے بھی کیا ویسا ہی کردار | کیا پردیسی فتنہ ایک بیدار
غرض شیرین بہت ہوئی خرسند | ہوئی سنگ شکن کی شکر خند
حلاوت زا لگا تھا اُس زبان کا | مزہ آواز مین تھا انگبین کا
ثبت شیرین کے تھی آواز کیتا نیک | دل عاشق کو تھی میٹھی چھری ایک
بشر کیا سنکی طائر اوسکی آواز | نکر سکتی تھی بیہوشی سی پرواز
لگی کہنے کہ اے ہشیار و عاقل | سنا مینے کہ تو ہے مرد کامل
مجھے درپیش ہے اک مشکل سخت | اگر آسان ہو تجھسے زہی بخت
مرا ہے گلہ گاوان بہت دور | کہ مردم شیر لانے سے ہین مجبور
تو دانائی سے کر تدبیر ایسی | مناسب ہے ترے نزدیک جیسی
کرین جو یہان جو اوسجا سے دوشتے | کرو مین شوق سے یان شیر نوشی
سنی فرہاد نے آواز شیرین | کھُلا سب کچھ نہ دل پر راز شیرین
اُٹھی پھر دلسے اک آہ شرربار | ہوا عشق صنم سے خستہ و زار
جو اوس بت سنگدل سے لگ گیا دل | تو شیشے کیطرح ٹکری ہوا دل

بنا حیرت سے وہ غمناک شہر
سمجھتا بات وہ کیا خاک تشہر

جواب اون بات کا اوسکو نہ آیا
کہ اوسنے آپکو ایسا بھلایا

پھر آیا صحبت دلجوی باہر
مگر دل اوسکا تھا قابو سے باہر

کہا سب سے بزروی خاکساری
نہ سمجھا کچھ مین کیفیت یہ ساری

جو فرمائش ہے تم کردو خبردار
دکھا او دن مین سہم کر گیا یار

تو سب نے خواہش شیرین سنائی
ہوا خوش یا کہ گویا کچھ بھائی

کیا آغاز اوسنے جا کے وہ کار
ہوا تھا جو کہ اوسکو حکم دلدار

غرض گلگشت تا کاخ پریرو
بنائی کوہ پر اک جوی دلجو

جڑی پتھر برابر اوسکے اوپر
نہ پہونچی غار دست تا اوسکے اندر

در ایوان کاخ اوسنے کرکے پھر خوض
بنایا سنگ مرمر کا نیا حوض

کہ تا ہو مجتمع شیر اوسمین آکر
پیئے ہر دم شکر لب شیر جاکر

یہ قدرت دی خدا نے آدمی کو
فرشتونسی نہوا اس جو کچھ ہو

جو یہ فرہاد نے صنعت دکھائی
تو سبکی دلمین اک حیرت سی آئی

شیرین کا جوی شیر دیکھنے کو آنا اور فرہاد کو بلانا

کہا شیرین سے لوگون نے یہ جاکر
کہ کی طیار نہر اوسنے بناکر

بنائی اس طرح کی نہر خوشتر
کہ آئی حوض مین خود شیر بہکر

یہ دکھلائی ہے خارستان مین صنعت
کہ دوزخ کو بنایا رشک جنت

وہ رشک حور و غلمان وان پہ آئی
جہان تھی جوی شیر اوسنے بنائی

یہ اپنے دلمین سمجھی وہ پریزاد
نہیں ہرگز یہ کار آدمیزاد

دل شیرین ہوا بس عشرت آگین
بہت فرہاد پر کی اوسنے تحسین

اوسے نزدیک اپنے پھر بلایا
مرصع کار کرسی پر بٹھایا

کہا ایسی دکھائی تو نے صنعت
نہیں ممکن ہے مجھسے اوسکی اجرت

غرض فرہاد سے اوسنے یہ کہکر
اوتاری کان سے پھر چند گوہر

ہر اک دانہ خراج ہفت کشور
چمک مین ماہ سے بڑھکر منور

لگی فرہاد کو دینے وہ دلبر
کہا پھر یون بہت دلشاد ہوکر

کہ ہوگا جب موافق وقت میرا
نہیں بھولونگی یہ احسان تیرا

جو دیکھے اوسنے گوہرہای تابان
ہوا فرہاد شیرین کا ثنا خوان

وہ گوہر لیکے پھر دست ستم سے
لگائی اوسنے اپنی چشم نم سے

دیے پھینک اوسکے پھر پانونپہ یکسر
اوٹھا اور راہ صحرا کی وہانسے

بھلا کب اوسکو تھی پروای گوہر
کہ تھی دو کان گوہر دیدۂ تر

دکھائی عشق جسکو اپنا نیرنگ
تو پھر ہین اوسکو یکسان گوہر و سنگ

فرہاد کی دشت گردی اور صحرا نوردی

چلا فرہاد وان سے خستہ و زار
ہوا دل عشق شیرین مین گرفتار

رہا مد نظر بس کار دلدار
نہ رکھا کام سے اپنے سروکار

جگہ تھی جا نہ دلمین اوسکی
نہ گنجایش رہے ہرگز کسی کی

بھر آتا آنکھ تھا دم سے ہر دم
کیا کرتا تھا شغل ہوا ان ہم

بحال خستہ ویران سر آیا
پھرا کرتا تھا صحرا مین وہ شیدا

ہر اکدم خندۂ شیرین کو گریا
بہت روتا تھا اور کرتا تھا فریاد

سحاب دیدہ کی بارش کا تھا زور ‏— پڑا تا تو لیسی اوسکو دشت مین شور

تصور تیغ ابرو کا تھا ہر دم ‏— اسی باعث سی گردن اوسکی تھی خم

کبھی کرتا تھا یاد چشم جانان ‏— ہر اک آہو کی پیچھے تھا شتابان

جو یاد آتی اوسی مژگان دلبر ‏— تو گر پڑتا تھا گویا تیر کھا کر

نہ بیچارے کو تھا کھانے سے کچھ کام ‏— کہ تھا کھانے سے غم کی اوسکو آرام

نہ خواہش آب کی رکھتا وہ بیتاب ‏— کہ تھا یاد لب شیرین سے سیراب

مذاق عشق مین چھوٹے سے مزے سب ‏— لب دندان غم مین چابتا لب

جو آتی کاخ شیرین سے کبھی گرد ‏— تو کرتا سرمۂ چشمان پر درد

عبادت یاد شیرین کو سمجھتا ‏— وہ کعبہ کاخ سنگین کو سمجھتا

نہ تھا محنت سے اک دم اوسکو آرام ‏— یہی تھا شغل اوسکا صبح در شام

ہوا فرہاد بیہودی کا یہ زور ‏— گرا اوسکی گرم بازاری کا تھا شور

خسرو کا دیوانگی فرہاد سے خبر پانا اور اوسکا بلانا

مثنوی

ہر اک کو ذکر یہ ورد زبان تھا ‏— جہان مین حال اسکا جب عیان تھا

سنا یہ ماجرا خسرو نے جس دم ‏— وہ بالا دامن شیرین کا ہمدم

رہا کرتا اوسی فرہاد کا خار ‏— کھٹکتا تھا وہ اوسکی دیدۂ یار

یہ اندیشہ تھا ہر دم شہ کو دلگیر ‏— کہ چھوڑے کوہکن کا عشق کیونکر

ہوا درکار اوسکو چارۂ کار ‏— مدبر نے کہا حال دل زار

کہ تدبیر ایسی سبیل کرتا ‏— تصور اوس سے شیرین کا چھڑاؤ

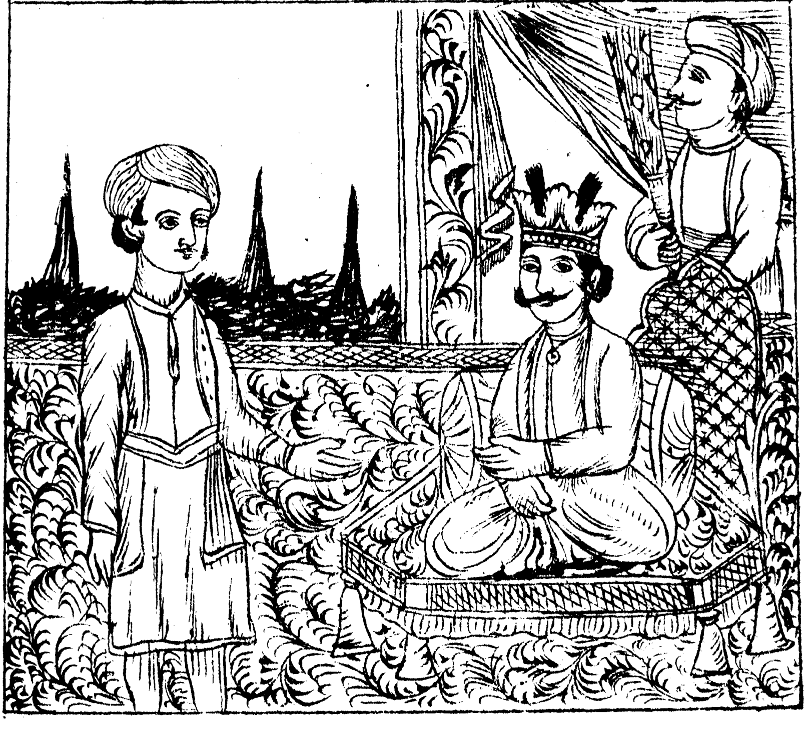

سراپا بیگہ وہ بی سر دیا / جو مارا جاے تو ہے بخت بیجا
کہا سب نے کہ ای شاہ جہاندار / ترا اقبال ہو دایم مددگار
وہ ہو تیر ستم سے کیلے صید / کرین نخچیر زمین ہم اوسکی قید
کوئی دنیا مین ایسا ہی بشر ہے / نہین دیسے وہ خواہان زر ہے
اگرچہ زر سے بھی ہو گا نہ وہ رام / تبا مین سخت تر ایسا کوئی کام
فراغت ہو نہ جس سے زندگی بھر / اوٹھالی کو غم دلبر وہ جی پر
سنا جب دم کہ شہ نی اس سخن کو / کیا ارشاد لاؤ کوہکن کو
تو لائی لوگ اوس وحشی کو جھٹ / تماشائی ہوئی سب خلق گر
نہ ہرگز اپنی کچھ اوسکو خبر تھی / نہ کچھ پروا ہی جان و تن کی تھی
نہ داب خسروی لایا بجا کچھ / نہ اوسکا ہوش ہرگز تھا بجا کچھ
بحکم شہ ہوئی سب بارش زر / لگے انبار زر تھی اوسکی تا سر
نہ اونی سیم اور زر پر نظر کی / ادسی قیمت تھی یک سا خاک و زر کی
نہ دیکھا زر کا خواہان کچھ بکن / تو کھولا شاہ نی بجّ دہن
دیکھایا جس طرح گوہر سخن کا / تو پایا اوس نے بھی جوہر سخن کا

خسرو فرہاد کی صحبت و تکرار ہے عجب مرقوم گفتار

کہا خسرو نے رستہ تو کہان ہے / کہا ملک محبت مین مکان ہے
کہا اون نے کیا کرتے ہین بیپار / کہا جان بیچنا غم کے خریدار
کہا جان بیچنا اک جاہلی ہے / کہا یہ عاشقون کو عاقلی ہے
کہا عاشق ہوا تو وہ صفا ہو / کہا دل کیا ہے مین جان سے عاشق
کہا جو تیر ہے دنیا مین کیونکر / کہا شیرین جان سے فزون تر
کہا عاشق ہے سکا اوسکا طلب / کہا اب بیٹا تیر جان کی ہے
کہا معشوق وہ پیارا کدھر ہے / کہا ہر جا وہ ہے رو جا وہ گھر
کہا گر اس سے وصل ہو تو کیا کر / کہا قربان کرون یا وہ نیر
کہا شیرین بازی ہے وہ پیری / کہا یہ تلخ ہے تقریر تیری
کہا شیرین کو دیکھو تو کوئی تاب / کہا سب جان شیرین تن سے جا
کہا اب دوستی سے کھینچ دامن / کہا ہوتا ہے کیون ہمراہ دشمن
کہا مانگی جو تجھ سی تیر اسب ختت / کہا سمجھون کہ جا گرا اب مرا بخت
کہا یہ عشق تیرا کار ہی خام / کہا پختہ ہون پر ایسی ہی کا نام
کہا اس غم مین کیسا ہی تجھے ڈر / کہا بس خطرہ ہجران دلبر
کہا کیا تیرا کھانا اور پینا / کہا ہے اپنی غم کھانے سے جینا
کہا کیا عشق مین ہی سیر تو سا / کہا جو دامن صحرا مین ہی خاک
کہا دل صبر پر مائل نہین ہے / کہا سینی مین میرے دل نہین ہے
کہا گر عشق مین جان تیری جائے / کہا جینے کی لذت ہاتھ آئے
ہوا شہ اوسکی ان باتون سی ناچار / کہ آگی تھہر گیا مجال گفتار
روان پھر یون کیا تیغ زبان کو / کیا مجروح گویا اوسکی جان کو
کہا سنتا ہون تو ہی مرد کامل / نہین ہر ایک کو قدرت یہ حاصل
بہت مشکل پڑا اک مطلب ہے میرا / جو بر لائی تو ہون ممنون تیرا
کہ حائل راہ مین ہے میری اک کوہ / رہا کرتا ہے جس سے دل کو اندوہ

جو اوسکو کاٹ کر رستہ نکالے / تو گویا کوہ غم دل سے اوٹھالے
ولائی پھر اوسی شیرین کی سوگند / کہ گر اس کام سے تو مجھکو خرسند
کہا فرہاد نے خوش ہو کے انجام / اوکھاڑون کوہ کو شل کہ یہ کام
مگر یہ چاہتا ہون اسکی اجرت / کرے شہ ترک پھر شیرین کی الفت
جواب اوس سے سنا یہ شہ نے جس دم / تو چاہا قتل اوسکا ہو کے برہم
مگر دل سے کہا کیا اسمین تکرار / بتایا مینے کچھ آسان نہین کار
یہ کاٹیگا کہان تک سنگ خارا / نہین ہے ہاتھ مین اسکے یہ یارا
بظاہر شاہ ہو کر شاد و مسرور / لگا کہنے کہ ہے یہ شرط منظور
ہوا جب عہد و پیمان سے حاصل / اوٹھا فرہاد رخصت ہو کے خوشدل
بتا کر شہ نے کوہ بیستون نام / کہا آغاز کر وان جا کے یہ کام
چلا محفل سے خسرو کوہ بیدل / گئی امید گاہ بیم حاصل

فرہاد کی کوہکنی اور خارا شکنی

جو دیکھا کوہ اک پیش نظر تھا / بتون کی دلبری جو سخت تر تھا
غرض تیشے سے اپنے اول کار / تراشی کوہ سے اک اوسنے دیوار
منقش کر کے وہ دیوار سنگین / بنائی اوسپہ پھر تصویر شیرین
کہ جسکو دیکھکر مانی و ارژنگ / ہوئے حیرت سے یکسر صورت سنگ
ہوا فارغ جو اوس صورتگری سے / ہوا خارا شکن جا بکدستی سے
سکتر کاٹتا تھا وہ گران سنگ / کہ کرتا صاف ہر روز ایک فرسنگ
نہایت عشق کا شعلہ جو بھڑکا گرم / تو پتھر موم کی صورت ہوئی نرم
جو تھا وہ تیشہ زن دست ہنر سے / نکلتی آگ پتھر کے جگر سے
وہ کار سخت اوسکو سہل تر تھا / کہ نقشہ یار کا پیش نظر تھا
نہ لیتا صبح سے تا شام آرام / اسی محنت سے تھا ہر دم اوسے کام
جو وقت شام کچھ فرصت وہ پاتا / تو پھر پیش شبیہ یار آتا
فدا ہو کر وہ ہوتا اوسکا پابوس / بجاتا تھا دل برغم کا ناقوس
یہ کہتا رحم کر اے سنگدل آ / خدا کیواسطے اے بت نہ ترسا
تعشق مین ترے اے بت گرجان / ہوئی زنار زیب وہ مثل برہمان
ترا اے شمع پروانہ ہے دل / ترا غم سے آتشخانہ ہے دل
غرض کر کے نہایت آہ و زاری / دکھا کر بت کو دل کی بیقراری
پھر آخر وانسے با صد رنج و اندوہ / پہونچتا جذبۂ دل سے سر کوہ
بسوی قصر شیرین پھر نظر کر / یہ کہتا تھا وہ بیدل ہو کے مضطر
کہ اے غارتگر اسباب آرام / نہین مجھسا کوئی دنیا مین ناکام
بکان دل مین تو جیسے مکین ہے / صبوری کو جگہ ملتی نہین ہے
تری الفت مین اے جان بخش دوران / نصیب دل ہوا آزار ہجران
تپ فرقت مین اے ماہ جہانتاب / یہ دل ماہی صفت رہتا ہے بیتاب
مریض ہجر کی جلدی خبر لی / دوا عاشق کی کرنا ہے تو کر لی
کر اے بت کچھ تو اب پھر خدا غور / کہ تیرے عشق مین میرا ہے کیا طور
تجھے ہے ہر گھڑی آرام و شادی / مجھے ہر دم ہے یاس و نامرادی
تجھے وان شیر سے ہر دم تبسم / مین یان پیتا ہون خون دل کا غم

سراسر کوہ غم دلپر اوٹھایا
ہوا ہی دشمن جان میرا خسرو
مگر افسوس تیمکو کیا خبر ہے
اسیصورت وہ آہ و نالہ کرکر
جو اوس بیدل کے سنتی آہ و زاری
تو اوسکو دیکھنے کو لوگ جاتے
پلا دی ساقیا ایک ہی ساغر
دکھا دی جوشش دل ذرہ تاپان
وہ شیرین یکدن تھی کہ جی تہا
کہ تیرے عشق میں کانپ تن ہے
کہ کیونکر کاٹتا ہی وہ گران سنگ
تہا اوسکا ہو جو گلگون سکا رہوار
ہوا عکس لعل لب درخشان
نہ تہا تیشہ آہن کا تہا اور
خبر جب یہ قدم جانان کی پائی
ہوا بس دیکھتی ہی خود فراموش
تپ غمسی عجب آتا ہی بیہوش
نہو تا ہی جلاوت کسطرح کام
ہوئی پھر قصر کو شیرین روانہ

بجز کاہش نہ کچھ ہاتھ اور آیا
بتایا ہی جو کار سخت مجکو
کہ سیری ہی تہ بھی نزدیک ترہی
پھر آیا بیستون وانسی او ترکر
فغان کرتی تہ رو کوہساری
زبان پر یہ سخن حسرت سے آتے

نہین گر رحم تو تیغ ستم سے
ملی راحت نہین ایسی یہ محنت
نہین کچھ غم جو نکلے جان مغموم
سلرنا بات کی پہر پاؤ نہ کلکر
ہوا فرہاد کا افسانہ مشہور
نہ دیکھا کوئی ایسا عاشق زار

شیرین کا کوہ پر جانا اور فرہاد کو ساغر شیر پلانا

ہوا شوق عاشق کا جو بہر
کھڑی آگی غلامان و کنیزان
تجسس میں تہی وہ کوہکن کی
نہ کار سخت سی ہوتا ہی دل تنگ
ہوئی وہ اور ہی گھوڑی پہ سوار
کہ سنگستان میں ابر درخشان
پھر از تیشہ تھی آدہ برق گردان
تو گویا کان گوہر ہاتھ آئی
رہا مطلق نہ جان و تن کا کچھ ہوش
یہ سلنو ہاتھ سی گر اون تیشہ
کہ شیرین نے پلایا شیر کا جام
وہ عاشق تہا جلوہ میں جانانہ

نہین عاشق کا جذبہ بی اثر ہی
غرض او سدم کسینہ پیش شیرین
کہا شیرین نے مین بھی جا ہی ہون
یہ کہکر وہ بت غیرت دہ ماہ
رخ رفتن سے کوہ بیستون جادو
خیال لعل شیرین میں وہ مسکین
فغان کا اسکی یہ تہا شرارہ
رخ پر نور جانان جبکہ دیکھا
شکر لب نے منگایا ساغر شیر
پیا ہاتہوں سی شیرین کی جو ساغر
جو ہو دست صنم سی زہر بھی شیر
ہوا دلدادہ یہ شیرین کا رہوار

چھوڑا دی سرکو پیتر درد غم سے
بغیر از مرگ کب باقی ہی فرصت
نہو دیدار ہی پر تیرے محروم
بسر کرتا فغان غم سی شب بہر
کہ ہو سکین غم شیرین مین محجور
نہ دیکھا سخت تر ایسا کوئی کار
کہ جس سے مست ہو جان پیسر
کھلاتا سنگ کو سوز جگر ہی
بیان کی محنت فرہاد مسکین
کہ اوس مسکین کا جاکر حال دیکھون
چلی او سرکوہ کی جانب بصد جاہ
بنایا مطلع خورشید انور
اوٹھاتا پارہ ہای کوہ سنگین
جگر تیشہ کا ہوتا پارہ پارہ
تو سمجھا کوہ سے خورشید نکلا
لگی کہنی کہ ای فرہاد دلگیر
ہوا فرہاد کو وہ آب کوثر
تو ہو عاشق کو دارو دل نشین
رہی مطلق نہ اوسکو تاب گفتار

وو راہِ سخت کوہستان جو کی طے | گران تن ہو گیا اسپ سبک پے
یہ سوچا دل میں وہ فرہاد مضطر | کہ گھوڑا ماندگی سے ہے زبون تر

مبادا پائے یہ محبوب چالاک | گری اس دبا سے سر بر خاک
رکہا توسن کو گردن پر اوٹھا کر | سر شیرین بہی قائم پشت زین پر

ہوا یون کاخ کی جانب شتابان | کہ پہنچے رکگیا خیل غلامان
غرض لیکر کو پہنچا کر وہ فی الحال | پہر آیا کوہ پر آشفتہ احوال

ملی دیدار جانان سے جو راحت | نسمجھا رایگان نہی وہ محنت
رہا مشغول محنت صبح اور شام | وہی تیشہ تھا اور وہ سنگ کا کام

اودہر وہ شاہ خسرو بھی الم میں | اوٹھاتا فرقت شیرین سے تھا غم

خسرو کا کٹنیا قفسی دیا ہی جس سے فرہاد کا کام تمام ہی

مقرر شہ کی تھی جو مدہ با خبر دار | اونہیں کہیے جستجو دھان لادار
کہ کس کی بھیتی شیرین کے تن پر | خبر فی الفور کہتی شہ سے جاکر

لگی آئی جو شیرین سے تن پایا | خبر دی شہ کو ہر کار اونکی آکر
گرشتا ہی جو فرہاد دل افگار | نصیب اوسکے ہوا شیرین کا دیدار

یہ زور دست رکھتا تھا وہ بیدل
کہ پتھر کو بنایا اوسنے گل

ہوئی یہ آب تیشہ کی روانی
کہ زہرہ سنگ کا جس سے ہوا پانی

جو کی محنت کشی یوں اوسنے جانکاہ
نکالا ایک میان کوہ سے راہ

ہوا خسرو نہایت اوسکے مضطر
ہوئی فکر اداسی شرط پر پھر

لگا پھر سوچنے وہ چارہ کار
تو کی سب نے یہ شہ سے ملکے گفتار

عبث اس غم سے شہ تو ناہی دلگیر
بتاتے ہم ہیں اسکی سہل تدبیر

کہ بھیجے ایک قاصد شہ وہان پر
سنائی مرگ شیرین اوسکو جاکر

دگرگون سنکے حال اپنا کریگا
خدا جانے جیئیگا یا مریگا

پسند شہ ہوئی اون سبکی گفتار
کہا لاؤ کوئی ایک جفا کار

تو شہر و ڈھونڈھ کر کوئی نکالا
کیا یہ تلخ کام اوسکی حوالا

کیا امیدوار کنت جاہ
کیا راہی بتا کر اوسکو گمراہ

کسیکے غم سے کب تنگدل تھا
کہ پتھر سے زیادہ سنگدل تھا

حقیقت میں وہ اک پیک اجل تھا
کہ حامل تھا پیام جانسل کا

سوی فرہاد آیا سنگدل مرد
کہا اک آہ دل سے کھینچکر سرد

کہ اے فرہاد وا دیا صد افسوس
رہا اب قصد دل سے تو مایوس

عبث محنت میں کھوتا اپنی جان ہے
کہ محنت تیری ساری رائگان ہے

اوٹھایا جسکی خاطر کوہ غم کو
وہ شیرین جا چکی راہ عدم کو

ہر اک اس غم سے صدپارہ جگر ہے
سبب کیا ہے نہیں تجھکو خبر ہے

سنا جسدم کہ شیرین کر گئی فوت
گوارا اوسنے کی تلخی موت

سراسیمہ ہوا مانند بسمل
وہ سمجھا راست یہ پیغام باطل

ہوئی وہ آتش غم شعلہ سوزان
ہوا پایان نکیسر سے جان

لگایا تیشہ سر پر اول حالک
گرا کوہ الم سے بر سر خاک

وہ سمجھا مرگ کی مشکل آسان
کہ تھی پیش نظر تصویر جانان

قفس کو جسم کے یکسر کی ویران
اوڑا عنقا کی صورت طائر جان

زمانے کا عجب دیکھا نیا ڈھنگ
کہ مارا چرخ نے دل عاشق پہ یک سنگ

اجل آتی ہے جسدم سر پہ عاجل
نہیں ہوتا ہے تیر اوسکا باطل

رہا قائم نہ فرہاد قوی دست
ہوا وہ گردش دوران سے پست

جو اکڑی سی کڑی کرتا تھا اوج
وہ خود آیا تلے سنگ اجل کے

جو دی پروانہ سا جان اپنی ناکام
تو عشق شمع پروانہ کیا نام

مرگ فرہاد میں شیرین کا ماتم اور دفن کرنا اوس صنم

ہوئی آگاہ جس ساعت وہ جانان
کہ دی الفت میں اوسنے دل و جان

بہت کی یاد و غمخواری احسان
ہوئی وہ برق وش جوں ابر گریان

ہوئی لب اشک خونین کی روانی
سمن گون تو رخ تھی ارغوانی

یہ کہتی تھی وہ حسرت سے دلارام
کہ دنیا سے گیا فرہاد ناکام

ہمیشہ بت رحم کرتی اپنی جی سے
کہ اوسکی غم میں پتھر تک پسیجے

گئی بیتاب ہو کر خود وہ دلدار
سر بالین فرہاد دل افگار

کفن دیکر باعزاز تمامے
کیا دفن اوسکو با رسم گرامے

سر بالین جو تھی وہ رشک گلشن
ہوا رشک گلستان اوسکا مدفن

بنایا اوسے بہشتی روی گنبد
ہوا اک رشک جنت اوسکا مرقد

لگایا اوسے یکسر سنگ مرمر
جڑی اوسپر برابر لعل و گوہر

زیارت لوگ کرتی تھی وہانکی
کہ تھی تربت وہ اک ذیشان کی

سپہری آخر کو شیرین نے غمناک
نشان سبھی دنیا سے بجز خاک

ہوا اس حال خسرو پھر پشیمان
ہوا کردار سے اپنے پشیمان

یہ کہتا تھا کہ مجھسے بد ہوا کام
بدی کا نیک پھر کبھی نہ انجام

طلب کرکے دبیر تیز خامہ
یہ فرمایا رقم کر ایک نامہ

لکھا شیرین کو نامہ اوسنے ایسے
کہ فرمایا تھا شہ نے ذاوسے جیسے

قلم کی چاشنی اوسنے دکھائی
عیان جسسے کھٹائی او مٹھائی

نامہ خسرو کی تحریر جسکا مضمون معشوق کا دلگیر

پس از حمد ثنای الٰہی
لکھا نامی مین یہ مضمون تباہی

کہ ای شیرین بت محبوب دلبند
ترا خسرو ہی ہر دم آرزومند

تری رخسی جہانکو روشنائی
ہر اک صحبت سے تجھکو پارسائی

سنا یونے کہ نیرنگ فلک سے
اوٹھاتو اوصدمی ہجر و غمکی

الم ہی مرگ یار پر ہوس کا
نہ کیونکر غم ہو اپنی ہمنفس کا

گل خاطر پہ خار کوہکن ہے
دل نازک پہ بار کوہکن ہے

پریشان زلف کے غم مین اسیر
لٹائے چشم نے اشکون کی گوہر

بنایا باغ دل کا شانہ غم
کیا سرو روان کو نخل ماتم

یہی ہوتی ہی شرط دوستداری
کری جو دوست پر یون اشکباری

جو پروانی اوڑی یون دیے شمع پر جان
بجا ہی شمع گر اوسپر ہو گریان

پر اتنا ای بہار زندگانی
نکر رخسار گلگون زعفرانی

عبث کہنا ہی گل کو آشفتہ خاطر
کہ گل کی ہین بہت بلبل خریدار

نہ رکھ مرنے سے اوسکی چاک دامان
کرا تو خار غم سے پاک دامان

اگرچہ ہم نہین ایسی ہین دلسوز
تری طالب ہین دلسے شب و روز

نہین مطلوب دل تیرے سوا اے
کہ درد دل کی پیری تو دوا ہے

مگر فرہاد ہی کہ دلمین جا ہے
سوا پر تو اوسکی مبتلا ہے

تری تیغ جفا سے وہ ہوا تر
نہین ہرگز علاج کردہ جوہر

رہی گر غم ہر اس غم مین دلگیر
نہین بنتی کی اوسسے کوئی تدبیر

وفاداری نہین غم پروری سے
پہری کب تیر جب چھوٹی کمانسی

نہین کچھ سود اسمین دی جو جان دل
بجز نقصان جان و کاہش دل

ہو جب حسن کی گرم بازار
بہت ہو جائینگی اوسکی خریدار

نہین کچھ غم اب تو شیرین سلامت
بہت فرہاد ہین شیرین سلامت

کیا نامہ نویسندے نے تیار
دیا شہ نے بلا اک پیک ہشیار

تو اوسنے خدمت شیرین مین جاکر
دیا نامہ ادب سے منہ جھکا کر

وہ نامہ لیکی دست پیک سے تیز
پڑہا تب با شیرین نے خوشنود

لگا کہ تیر سی گویا دلپہ بہالا
ولیکن دل کو پھر اوسنے سنبھالا

رہی فکر جواب نامہ دلبر
کہ مضمون کو نسا ہو اوسسے خوشتر

مریم کا مرنا اور خسرو کا اوسکے غم مین ماتم کرنا

وہیں روز ازل سے دور گردون
پھرا کرتا ہے پیوستہ دگرگون
وہ مریم تھی جو اک معشوق محبوب
ہوئی تقدیر کی خواہش سے بیمار

رہا عاجز شہ خسرو دوا کر
عمل کرتی دوا کب ہے اجل پر
سموم مرگ نے پھر وہ گل پاک
کرایا شاخ ہستی سے جدا خاک

پڑا رہی زمین پر قد رشک شمشاد
ہوا وہ سرو سرسبز ایسی آزاد
شہ خسرو نے اوسکی حسن کا گنج
چھپایا خاک میں جا کر بصد رنج

بہت کر اوسکا پاس عزت و جاہ
رہا ماتم نشین شہ تا بیک ماہ
ہوا برپا جو تھا دلپر غم سخت
نہ رکھا پاؤن اوسنے بر سر تخت

رہی نیلی بدن پر ایک پوشاک
رہا ماتم میں اوسکی چشم نمناک
سنا شیرین نے یہ احوال جس دم
ہوئی سنتی ہی باہم شادی و غم

ہوئی اول غم مریم سے شادان
سبب سے جسکی تھی پابند ہجران
ولیکن پھر وہ روز مرگ کر یاد
رہی عبرت سی بس غمگین و ناشاد

بپاس خاطر شہ تا بیک ماہ
کیا عیش و طرب سے دست کوتاہ
یہ سوچی دلمین پھر وہ غیرت ماہ
کہ لکھوں اب جواب نامۂ شاہ

لکھا اونے جواب نامہ یکسر
کہ تھا تلخی مین فلفل سے فزون تر

نامۂ شیرین کا مضمون ہے جس سے اشتیاق شہ افزون ہے

لکھا بعد ثنا و حمد غفار
کہ اے خسرو شہنشاہ جہاندار
تری سایہ سی عالم کو ہے آرام
نہیں ڈھونڈھے سی ملتا کوئی ناکام

پر اک شیرین جو ہے ناکام و مہجور
رہا کرتی ہے قرب شاہ سے دور
بجا لاتی ہے رسم خادمانہ
کہ ہے خواہان لطف خسروانہ

سنا جس دم سے مریم کا احوال
مراد دل ہو گیا غم سے پامال
بجا اوس میت کا غم شہ کو ہو دلگیر
کہ رکھتا تھا اوسے جان سے فزون تر

مگر لازم نہیں ہونا سی پر غم
کہ شہ کے غم سے اک عالم ہے برہم
کیا ایزد نے عالم جب سے پیدا
کئی باہم غم و شادی ہویدا

جہان گل ہے وہاں پر خار بھی ہے
جہاں صحبت وہاں آزار بھی ہے
ولیکن انتظام ایسا کیا ہے
تحمل ذات انسان کو دیا ہے

ہوئی دنیا میں پیدا جو خردمند
رہی کب شادی و غم کی وہ پابند
یہ بہتر ہے نکرنا نالہ و آہ
کہ آخر پیش ہے سبکو یہی راہ

جو مہجورونکا غم ایسی بھولا
عوض میں اوسکی یہ صدمہ اوٹھایا
جو دست حرص شہ کا کشادہ
ملیگا کوئی مریم سے زیادہ

نہیں عنقا دیانت گرچہ کوئی نیک
مگر افضل کیا ہے ایک پر ایک
گلو ایسی کب ہے باغ دہر خالی
یہاں ہر گل میں اک بو ہے نرالی

جو قائم ہے ترا حسن جوانی
تو پھر حاصل ہے عیش و کامرانی
رہے تو اے شہ عادل سلامت
بہت دلبر ہیں گر ہے دل سلامت

دیا قاصد نے نامہ شہ کو جا کر
پڑھا خسرو نے شوق دل سے یکسر
ہوا طرز سخن سے اوسکی حیران
کہا دل سے بہت ہو کر پشیمان

بجا ہے اوسنے جو دی آخر دھمکی
کہ ترکی کا جواب آخر ہے ترکی
ہوئی مطبوع شہ شیرین کی تحریر
لگا پھر وصل کی کرنے وہ تدبیر

لکھا نامہ بعجز و خاکساری — روانہ کی پھر اک زرین عماری
ولیکن وہ بت محبوب طنازانہ — رہی دامن کشاں شہ سے بصد نازانہ
لگی پھر سرکشی کرنے وہ دلبر — شکایت کی دی کھول دفتر
کردوں ایسی کسی دلبر کو محبوب

بہت کی پھر نیاز و حیا باہی — کہ یاں آئی ہو بائین عروسی
اگرچہ شہ پہ وہ عاشق بجان تھے — تلون سے وہ شہ کے بدگمان تھے
کہا خسرو نے دلمیں ہو گی محبوب — کہ اپنے حسن میں بھی ہوں مغرور
کہ جسکے رشک سے شیرین ہے بیتاب

بیان عدالت خسرو نامور کا اور عشق شکر نام دلبر کا

شہ خسرو جوان تھا اک طرحدار — متاع نو کا تھا ہر دم خریدار
اگرچہ مائل عیش و طرب تھا — عدالت سے مگر غافل وہ کب تھا
وہ رکھتا پانچ صف مردم آگے — رہے جور و ستم سب اس سے بھاگے
صف اول میں مفتی تھے نکو نام — دوم صف میں تھے سب محتاج و ناکام
سوم صف میں کھڑے ہوتے تھے بیمار — چہارم صف میں محبوس و گنہگار
صف پنجم میں خونی یا اسیر — تعقب تھا اونکی خطا عفو تقصیر
تقیت آواز پھر دیتا تھا اسطور — کہ پیچھے پھر کے سب اپنے غور
جو مفلس تھے شہ منعم میں گزرتے — تو حال اپنے پہ منعم شکر کرتے
جو مفلس دیکھتے تھے حال بیمار — تو صحت پر وہ کرتے شکر ہر بار
مریض اون قیدیوں کی دیکھ حالت — سمجھتی اپنی آزادی غنیمت
قصاص خونیاں دیتی تھی یکبار — بہت کچھ شکر کرتی زندگی بار
وہ خونی دیکھ خط عفو تقصیر — سپاس و شکر کی کرتی تھی تدبیر
غرض کرتا تھا یوں خسرو عدالت — کسیکو تا نہ ہو رنج و ملالت
رہیں دارا و محتاج شاکر — رہی ہر حال میں ہر ایک صابر
غرض اک روز وہ شاہ جوان بخت — ہوا تھا جلوہ آرا سیر تخت
ہوئی حاضر وہاں حکام ذیشان — کہ تھی سب حاکم ری تا سپاہان
سپہد ختن سے تا چین تھی — شہ خسرو کے سب فرمان گزین تھی
ہوا اون میں ہم ہیچ دور ساقی — رہا او سچا تکلف کچھ نہ باقی
ہوا خسرو پہ کیف مے دوبالا — حیائی پاؤں پر دیسی نکالا
سیاست سے پہ جائے بکولی — بتاؤ گر کہیں دلبر ہو کوئی
کوئی بولا کہ خوبی روم میں ہے — لطافت وہ اکی مہر و ماہ میں ہے
کوئی چین و ختن سے تھا خبر — لگا کہنے ہر ان خوبی کا بازار
کوئی کہنے لگا ہو کر یہ دلشاد — کہ شاہا حسن سے ارمن آباد
کوئی کہنے لگا قصہ کشمیر — عجائب حسن کی کہتا تھا آکر
غرض اک شخص پیش شاہ خسرو — ہوا اسطور شہ سے داستانگو
تماشا نامہ ایک دلبر غیرت ماہ — سپاہان میں ہے شہ کے دلخواہ
وہ آیسی اک بت شیرین ادا ہے — کہ خواہان جسکی سب خلق خدا ہے
طلب میں جنکی سب ہیں شیفتہ سے — حلاوت میں ہیں ہیں تنگ شکر سی
یہی اک عیب کہتی ہے وہ دلبر — کہ وہ چاہے اوسکی گھر میں بستر
طبیعت ہے بحد اوسکی عیاش — یہ ننگ ہو گل رہتی ہے وہ فاش

تعجب کیا یاں شیرین ادائی ۔ کہ ہو بازار کی شکر مٹھائی
کیا وہ شربت لب حسینی ز تو بیا ۔ رہا مانند میخواران وہ بیہوش

ہوا شکر کا تشنہ کر دلین شور ۔ کہ ہر دم عشق کی گرمی کا تہا زور
کہا اگر دوستی شکر سی ہو گرم ۔ تو بیتاب کچہ تو شیرین کو بہی گرم

یقین ہے دو سہو پہر اوسکی گرمی ۔ نہ بی آہن کی ہو آب کہ نرمی
کئی اندیشہای وصل شکر ۔ کہ کس صورت ہو شکر میسر

بظاہر وانکا جانا بہی ہے عیب ۔ یہاں بلواؤں تو یہ بہی نہیں خوب
رہا صابر اسی اندیشہ میں یکسال ۔ کسینی بہی نجانا کچہ یہ احوال

جہانمیں یہ مثل مشہور ہے ۔ نہیں ہے عیب جسمیں کچہ ہنر ہے
ہوا پہر صید کا کرکے بہانہ ۔ سپاہاں کیطرف خسرو روانہ

ہوئی واں جا کے خیمے شہ کے استاد ۔ رہا شکر فروش خسرو شتاب
پئے حسبدم کہ شہ نے کی کہ ساغر ۔ ہوا ذوق شکر قند بکر

ہوا اسکے میں پہر شگاف شب ۔ لیا ساتھ اک غلام شکر لب
گئی اک پاس سے کچہ شب فزونتر ۔ تو جا پہنچا سوئی بازار شکر

ہلایا حلقہ درجا کر خاموش ۔ تو نکلا اک غلام حلقہ در گوش
جوان دیکھا حسین اک اندر در ۔ فروزاں رخ برنگ ماہ انور

وہ خسرو کو بسان میہمانان ۔ گیا اندر درون کاخ جانان
بٹھایا شاہ کو مسند کے اوپر ۔ دیا شاہ نے اک گینہ زر

کہا آئی شکر با صد محبت ۔ کہ بہلی چاہیئے مہمانکو شربت
غرض وہ بت ہوئی نزدیک سے ۔ کہ نکلے ابر سے جون ماہ انور

نگہ تہی مست اونکہیں بہی ۔ لیئے ہاتھوں میں اک جام مے ناب
دیا شہ کو وہ ساغر ہو کے خندان ۔ دہن خندہ لیے تہا گو یا نمکدان

لگی شہ کو پلانی وہ پیالے ۔ بصد ناز و کرشمہ ساغر مے
ہوا جب شاہ کیف مے سے سرمست ۔ ہوا بوس و کنار آخر کو منظور

بڑہی جب خواہش دل دمبدم تک ۔ تو کی آگے سی آخر شمع تر جاتہ
کیا شکر نے یہ حیلہ ضروری ۔ اوٹھی اور شاہ کی آنکہ دوری

پرستار اک حسین اوسکی تہی دمساز ۔ سکہا رکہا تہا اپنا اوسکو انداز
بٹہائی اپنی سب پوشاک و زیور ۔ کہا اک کام میرا کر تو جاکر

کنیزک پیش خسرو با صد انداز ۔ ہوئی گرم ادا و عشوہ و ناز
وہ خسرو حسن و خوبی میں تہا فرد ۔ ہوا القصہ کار دلمیں مصروف

سمند شوق شہ کا جو تہا جستی ۔ تو سو فرسنگ تک جاتا تہا جستی
کنیزک فرط لذت سے ہوئی مدہوش ۔ ہوا وہ مثل اوسکو بہتر از نوش

مزہ دکہلایا شہ نے نیشکر کا ۔ کہ بہولی ذائقہ خرمای تر کا
اوٹھی انسی ہوئی جب صبح نو ۔ گئی پیش شکر لذت سے مسرور

بیان کی داستان شاہ آفاق ۔ کہ ہی جفت اور فن میں جوان طاق
وہ شکر بہی بصد رنگین ادائی ۔ دو اک جام صبوحی لیکے آئی

ہوا بیحد نشاط شکر سے شاہ ۔ نہ ہر گز اور کسی فن میں ہو تہا وہ آگاہ
لگا یوں پوچھنے وہ شاہ شوخ ۔ کہ بتلا ہے یہ مجہکو ای پریرو

تجھے معلوم ہے طرز جوانان
کوئی آیا ہے مہسا اور مہمان

لگی کہنے کہ تو بیشک ہے ہزار
کہ ہے شاہانہ سب کردار گفتار

بہت حاصل ہے تجھکو نیکخوئی
جمال و خوبروئی چرب گوئی

ولی صیف ہے گندہ دہن تو
عوض خوشبو کے ہے غنچے میں بو

کہا شہ نے کہ کیا تدبیر اسکی
لگی کہنے وہ ہے تدبیر اسکی

وہی پھر جا کے کی خسرو نے تدبیر
بہ رسم ان تا نکھا یا کچھ بجز سیر

ہوئی کچھ حق کی ایسی کارسازی
سمن لو ہو گئی بوٹی پیازی

پھر اک شب وہ ہو شکر کا خواہان
ہوا اوس لعبت چینی کا مہمان

ہوئی وہ مختلط پھر حسب دستور
بلا کر مے کیا خسرو کو مسرور

لگی وہ دونوں میں نئی ناز و نیاز
ہوا شغل کنار و بوس آغاز

کہا خسرو نے اوس سے ای پریزاد
نہ رکھ پوشیدہ مجھ بتلا مجھے تو

یہ پیشہ جیسی تو ہے اوجھیا
جوان مہسا کوئی الجھیا

لگی کہنے کہ تھیسا اگر جان تجھا
بہت خوشتر وگر گندہ دہن تھا

فضیلت یا وہ سے رکھتا ہے اک تو
دہن ہے سیر اتنا غنچہ خوشبو

کہا شہ نے عبث تو عیب بینی
ہر اک خرمن کی آخر خوشہ چینی

تو سبکا دیکھتی عیب و ہنر ہے
نہ اپنے عیب کی لیکن خبر ہے

لگی کہنے کہ کیا ہے عیب میرا
نہیں مطبوع خاطر ہے جو تیرا

کہا شہ نے یہی اک ہے کردار
کہ ہر شب اک مُلاقی ہے نیا یار

کسی سے پر نہ کچھ بہر وفا ہے
برنگ چرخ ہر دم کج ادا ہے

لگی کہنے کہاں تھا سے یہ تیرا
تجھے معلوم کیا احوال میرا

تجھے دیتی ہوں میں حق کی گواہی
نہیں عصمت میں میری کچھ تباہی

نہیں بالغ جوانی میں ابھی بال
مصور کی وہ ہو گئی ذوالجلال

پرستاری میں مری ہیں تیغ دو دو
یہی خادمیں سبکے ہیں قریب

ولیکن جو ہوا وصل میں ہمہ غور
شراب ناب کوئی ہو ہم بستر

اوٹھا یہ بات سنکر شاہ و پیٹیا
بلائے سب بزرگان سپاہان

ہوا حال شکر کا سب پہ بیان
کہا سب نے کہ ہے وہ پاکدامان

ابھی ناکت تنگ میں شکر ہے مستور
نہ دیکھا اونے اب تک مثل زنبور

بہ سنکر تھا اگر اک چیز تحفہ
کہ ہے چیونٹی یہ کے کسی تحفہ

بلایا شہ نے اوسکو شگفتہ
کیا نا سفتہ گوہر اوسکا سفتہ

غرض لیکر وہ شہ شکر کو ہمراہ
مداین کو گیا مرشد کو تاہ

اگرچہ شہ رہا شکر سے باہم
نخواہش ہے ہوئی شیرین کے کم

شکر کو تھی نہ بات ایسی گوارا
لگا کھانے بدن جسکو ستارا

جو شہ تھا عاشق شیرین دلبر
شکر نے اور گرمی کی فزونتر

یہ کہتا تھا وہ اکثر دل سی ہر بار
نہیں شیرین تو پھر شکر ہی بیکار

عبث میں اسقدر ہو کر خردمند
نگس وار اب ہوا شکر کا پابند

تسلی بخش ہیں مجھکو شکر ہے
مریض عشق کو شکر ضرر ہے

کبھی کہتا تھا یون کر کے پشیمان
کہ ہو نہیں ہے مزہ من میں پھر اس کی زبان

تعجب ہے کہ خسرو نام رکھکر
رہو نہیں خادم شیرین شکر

یہ بہتر ہے رہوں خندے شکیبا
کہ رسوائی نہیں شاہوں کو زیبا

عبث ان دلبروں کی دلکو چاہ
نہ بھولے سے وفا کی چلیں راہ

غرض سطور دیکر دلکو تسکین
وہ رہتا تھا گہی خوش گاہ غمگین

بیانِ شب تاریک جسمیں شیرین کا دل تھرا رہی

ہوئی ان کے وزارت سے شب نمایاں
رخ عالم پہ تھا ظلمت کا ساماں

سیاہی میں لباسِ بخت برہم
درازی میں برنگ زلف پرخم

بڑہایا اسنے یہ تاریک دامن
کہ پوشیدہ تھی جسمیں صبح روشن

وہ سرمہ سی آنکھوں میں لگایا
کہ بینا کو بھی نابینا بنایا

وہ شب پر ہول اک دیو سیہ تھی
پریوار اوس سے خالق چھپ گئی تھی

صدای سرسری برگ اشجار
جگر ہیبت سے شق کرتی تھی ہر بار

ہوا تھی تند ایسی بس وہ شب تار
چراغونکی لئی تھی اک سیہ دار

پر اوس ظلمت میں شیرین کا رخ نور
بجائی شمع یکسر تھا منور

نگینے یوں شب میں تھے روشن
منور جسطرح کالی کا معدن

لگی تھی لعل کنٹھی میں فروزاں
اور اک تھی آہ کی مشعل بھی سوزاں

غرض شیرین نے جب دیکھے یہ ساماں
ہوئی تنہائی سے او سہم ہراساں

یہ کہتی تھی نہایت ہو کے نالاں
ہوا کیوں چرخ پیر دشمن جاں

یہ شب ہے یا بلای ناگہاں ہے
رخ روز طرب جس سے نہاں ہے

یہ شب کیسی ہے کیا ہے اسکی تدبیر
خروس صبح کی جو ہے گلوگیر

عجب اللہ ہے مہر صبح نے کیا ہے
چراغ مہر کو گل کر دیا ہے

ہوا جاتا ہے دل اس شب سے پامال
کہ اسکی اک گھڑی ہے جیسے اک سال

یہ بہتر ہے جو جان تن سے بدر ہو
خدا اس رات کی جلدی سحر ہو

عجب شیرین کی تھی اس غم سے حالت
بجی آخر سحر ہونے کی نوبت

دیا حق نے یہ رتبہ صبحدم کو
کہ ہوتا ہے زوال اس وقت غم کو

شیرین کی زاری اور مناجات بدرگاہ باری

کلید مخزن مقصود ہے صبح
کہ وقت طاعت معبود ہے صبح

جو بیماروں کی شب بیتی ہے ناکام
سحر کو وقت وہ پاتے ہیں آرام

کیا کرتے ہیں اس دم مرغ و ماہی
صفای قلب سے یاد الٰہی

خدا سے اس گھڑی جو دل لگائے
یہ کیا ممکن مراد اپنی نہ پائے

محبت شیرین بھی اسوقت پا کر
ثنا ہای خدا لائی زبان پر

کیا گردنکو سجدہ میں وہیں خم
دعا کرنے لگے با چشم پرنم

کہ ای حاجت روای مستمنداں
عطا کر مجھکو درد دل کا درماں

نہیں تیرے سوا ہے کوئی غمخوار
توہی ہے اک گنہ بخش گنہگار

تری در پر جو آئے کوئی مغموم
نہیں رہتا ہے وہ رحمت سے محروم

توہی بندوں کا اپنے دادرس ہے
تو ایسی کہاں فریاد رس ہے

کروں مطلب بھلا کیا عرض اپنا
عیاں ہے حال میرا تجھپہ سارا

اگرچہ رنج سے ہوں در پس
تری رحمت مری حسرت سی ہے بیش

شب غم کی مری یارب نظر کر
ذرا میرے گناہوں پر نظر کر

رہی گریاں جب یوں شیرین غمناک
ہوا آخر کو لطف ایزد پاک

آخر بخشا یہ شیرین کی دعا کو
کیا اوسکا گدا پھر بادشا کو

جانا خسرو کا بعزم شکار جانب قصر دلدار

پلا ساقی کوئی صہبا مرغوب
کہ دلکو پھر ہوا ہے میل محبوب

کیا دلمین جم اوسدم میل نخچیر
ہوا آمادہ وہ شاہ جہانگیر

بصد آئین و زینت شاہ پرویز
بیابان کیطرف پہونچا جلو ریز

دئی چھوڑ اوسگھڑی شاہین و باز
در صید افگنی آخر ہوا باز

ہوا آسودہ جب دم صید سے شاہ
تو وانسے منزل مقصد کی لی راہ

رہا جب قصر شیرین ایک فرسنگ
فرود کش وان ہوا شاہ قوی چنگ

سبب ملا رہی تھی نشہ پرستی راہ
کیا آرام شب کو تا سحرگاہ

ہوا جب مست کیف مے سی یکبار
ہوئی پھر اوسکی ہمدم یاد دلدار

چلا اونسے سوی محبوب طناز
لیے ہمرہ غلام چند ہمراز

خبر دی خدمت شیرین مین آکر
کہ آیا شاہ تنہا وقت پاکر

دو دم تھا اوسکو پاس ننگ و ناموس
نچاہا اوسنے اوسدم شہ کا پابوس

مگر پھر کرکے پاس عزت شاہ
کہا لوگوں سے لو کچھ نقد ہمراہ

سو اسکے جہیہ و جارہ زر
بچھا دو راہ مین سنجاف کی سر بسر

کمال تھی سے وہ ماہ پارہ
لگی کرنے وہان ہر سو نظارہ

سواری مین وہی شبدیز رہوار
صبا بھی سبک جسکے تھی رفتار

رخ گلگون تھا گلشن سے کچھ کم
عرق چہرے پہ تھا مانند شبنم

نگاہ مست سی نشہ سحر پیدا
کہ تھی بی تیر صیاد ہوئی صحرا

خرامان سو شاہ تھی مانند بلبل
لیے ہاتھون مین اپنے دستہ گل

بحکم حق اوسی شب کی سحر کو
اوٹھا شاداں و فرحاں شاہ خسرو

جلو مین اوسکی وہ خیل وحشم تھا
جو اتنبوہ ملخ سے کچھ نہ کم تھا

طلب شہ نے کیے صیاد پر فن
یہ فرمایا کہ ہوئین صید افگن

ہوا پر جب اوڑا باز سبک پر
بچا اوس سے نہ پھر کبک و کبوتر

غرض پہونچا سوی ایوان دلدار
کہ جسکا جان و دل سے تھا طلبگار

زبس تھے اون دنون فصل زمستان
ہوا یخ بستہ وہ سلک گلستان

کٹی شب ہوگئی صبح منور
تو بیٹھا بزم مین مسرور جاکر

منگا کر اوسگھڑی پھر اسپ شبدیز
ہوا اوس پر بصد زینت سبک خیز

قریب کاخ پہونچا جب شہنشاہ
ہوئی احوال سے دربان آگاہ

جو شیرین نے سنا تھا حال لشکر
تو لشکر سنکے ہوئی دلمین مکدر

نگہبانان در تھے جو کہ ہشیار
کہا اونسے کہ لین در کو نہار

شہ خسرو یہان جب آئی
تو پہیرا اوسکی ہراک در تک آئے

یہ دیکر حکم پھر خود وہ دلارام
ہوئی جا وہ کھا چاکر لب بام

ہوئی گرد ایک جانب سے نمایان
نظر آیا وہ خسرو شاہ خوبان

مزین سر پہ تاج خسروانی
عیان چہرے سے تھا فر کیانی

وہ خواب آلودہ آنکھین جام سرشار
کہ تھی خوبان عالم جنکی بیمار

غلامان پری رو با صد انداز
بصد زینت سوار توسن ناز

ہوئی اوسدم نگاہ مست خسرو
قبا تن تر شیرین کے حلقہ کو

اگرچہ تھی وہ خود غارتگر ہوش
رہی تا دیر بیہوشی سی بیہوش
جو ہوش آیا لگی کہنی کہ ہیہات
کروں کیونکر نہ میں اوسکی ملاقات

کہ ہے مدت سی آشفتہ مرا دل
کیا تیغ ادا نے نیم بسمل
کروں گر وصل میں اوسکا تصور
تو بدنامی جہان میں ہو سراسر

ہوئی درپیش اوسکو سخت مشکل
بسان سرو تھی وہ پای در گل
سواری شاہ کی دیکھی جو یکبار
تو دوڑی سب نگہبانان ہشیار

سواری شہ کی جب نزدیک آئی
سٹرک زربفت و اطلس کی بنائی
زبس تھا فرش اطلس صاف و دلکش
ہوا گھوڑوں کی سم سی وہ منقش

قریب در جو شہ تشریف لایا
نگہبانوں نے سیم و زر لٹایا
در مقصود دیکھا شہ نے بستہ
رہا حیرت سے یکسر دل شکستہ

نگہبانوں سے پوچھا کیا ہے منظور
وہ بولی حکم سے ہیں سخت مجبور
کسیکو بھیج بلایا شاہ نے پاس
یہ فرمانے لگا اوس سے بصد یاس

کہ کریوں عرض تو شیرین سے جا کر
شہ خسرو ہے حاضر تیری در پر
یہ بہتر ہے جو ہو جائے ملاقات
بغیر اوسکے پھری مشکل ہے یہ بات

زیادہ گر نہیں ہے ناگوارا
اجازت ہو کہ کر لی اک نظارا
گیا خادم تئیں شیرین کے وہ دربان
کہا جا کر پیام شاہ ذیشان

کنیزوں سے کہا شیرین نے سنکر
کہ ہے سرچوبہ خیمہ جو کہ مزیر
برابر کاخ کے باہر نصب ہو
گلاب و عطر سے چھڑکو زمین کو

بچھا کر فرش دیبا اوسکی اندر   کرو قائم وہان اک کرسی زر
مرے جانب سے کہنا ای خداوند   کیا الفت مین تو نے مجھکو پابند
ہوا ہی گر ہمارا آکے مہمان   کہون بھیجا ہی جان شاہ ذیشان
دم فرصت مین آ رنگی لب بام   کرونگی عرض مین کچھ دیکا پیغام
کنیزون نی سنا جب حکم اسطور   کیا طیار ساماں جا کی فی الفور
غرض نقل و شراب ارغوانی   مرتب کر کے ساز میہمانی
پری رو بادف و چنگ و چغانہ   گئی شیرین کے خدمت مین روانہ
ہوا پہر مشغل آرایش جو دلکو   نہائی آب گل مین وہ سمن رو
وہ گیسو تھے جو سنبل سان پریشان   بنی شانہ سے مثل مار پیچان
ملا گلگونہ اوسنے رخ کے اوپر   گل تر کو ملا اک رنگ دیگر
وہ زیور یون فزا اوسکے تن پر   سپہر حسن گویا تھی اختر
وہ نیشواز زری اوسکی بدن پر   کہی تو چاندنی چھٹکی چمن پر
خواصین ساتھ اس حسن ادا کے اوٹھائے   وہ بت ہاتھون مین ہاتھ اپنا لیے
خرامان ناز سے پہونچی دلارام   ہوئی جلوہ کنان جا کر لب بام
سرشتہ پر لٹائے گوہر ناب   بجا لائی رسوم عجز و آداب

سوال خسرو کا بلجاجت متضمن شکر و شکایت

اوٹھا کر آنکھ دیکھا جبکہ شہ نے   تو کی تسلیم جھک کر رشک مہ نے
ہوا جب وہ جدا اوس سیم بر سے   کہا خورشید نکلا ہی کدھر سے
شراب لطف دیکر وہ بیدل   رہا وہ ہوش جان و تن سے غافل
جو ہوش آیا تو پہر کر اشکباری   دعائین دین دکھا کر خاکساری
کہ ای تازہ بہار گلشن حسن   رہے رنگین ترا ایوان حسن
رہی سرسبز تیرا سرو آزاد   بہار حسن دائم خانہ آباد
نہین آزردہ تو مجھ خستہ جان سے   ادا ہو شکر اسکا کس زبان سے
مرا غنچہ صفت جو تنگ تہا دل   نسیم خلق سی تیری گیا کہل
یہی لازم تھی شرط دلنوازی   جو کی عاشق کی تو نے چارہ سازی
زر و گوہر بنا بن چاہ عاشق   کئی صرف نثار راہ عاشق
حریر و اطلس و زربفت و دیبا   کیا میدان مین کیسر فرش زیبا
مگر اک بات سی ہون سخت دلگیر   ہوئی ظاہر خلاف چارہ و تدبیر
مین آیا ہو کی آتنا آرزو مند   مگر صد حیف در تو نے کیا بند
اگرچہ کی نہ کچھ خدمت مین تقصیر   مگر اسرار کی واجب ہی تفسیر
کہ تو خورشید ہی چرخ بریں پر   مجھے ذرہ صفت چھوڑا زمین پر
جو مجھکو تو نے ہی مہمان بنایا   تو کیون اسطرح نظرون سی گرایا
نہین گرچہ مجھے دعوی شاہی   مگر حسرت ہی یہ داد الٰہی
یہ کب ہے لایق رسم کریمان   کہ بر تر آپ بیٹھین پست مہمان
ہنسی یہ سنکے وہ محبوب طناز   دیا پاسخ دکھا کر ناز و انداز

جواب محبوب طناز بصد کرشمہ و ناز

کہ ای شاہ فلک پیشہ جوان بخت   مقرر تیری یادوسی ہی سخت
ہوئی جلوہ کنان مین لب بام   تو دیتا ہی مجھے مردو نہین الزام

ہوا ہو خورشید نیلوفر کا دلبر
تو وہ ہی آسمان پر یہ زمین پر

سبب یہ تھا کہ سلطان ہے یہان بانا
نہیں مہمان مگر جو بندۂ آز

بھلا ہو کس طرح قربت گلستان
کہ تو مست و ہمین پا بدامان

یہ تھا شایان رسم خسروانہ
کہ دانشور کوئی کرتا روانہ

خیال غیر کا کر دل سی اخراج
بناتا شاہ مجھکو فرق کا تاج

تو مثل گل کوئی دم خرم و شاد
اوٹھا کر اوسکی بو پھر گردی با

تجھے بھی ہی اک شکر کی رغبت
نبائی قند شیرین کی حلاوت

مناسب کیا ہی مجھسے یہ ظرافت
کہ ہون مین قیدی زندان آفت

کہ گرداب بلا مین ہمین دن رات
نہ آیا ساحل مقصد کبھی ہات

جو بحر عشق مین غوطے لگائے
بجز ناسفتہ اوسکی ہاتھ آئے

بجز فرد شکوہ بادشاہی
تباہی تو نے کیا محنت اوٹھائی

تہ دل سی کیا ہے کب مجھے یاد
مرے ناشاد دل کو کب کیا شاد

جو فرمایا یہ تو نے ای خداوند
کہ کیون سو بہ دروازہ کیا بند

یہ سب سامان مہمانی ہی موجود
سوا اسکی ہوس کرنا ہی بیسود

جو اس موقع مین حاصل ہو محبت
تو بیشک خلق کو ہو جا ہی تہمت

ادا کرتا وہ پیغام عروسی
تو کرتی مین بھی شہ کی پابوسی

مگر برعکس سچ تو نے یہ کہی بات
کہ زور خسروی سی آ ہی گر ہات

مجھے ہی پاس رسم پادشاہان
مروج یان نہیں رسم سپاہان

زمین شیرین بیان ہے شکر ریز
اوسی شکر کی شیرین جان گفتار

ملے ہی مرغ و ماہی کو بھی آرام
مگر مین بحر غم مین ہون ناکام

اگرچہ غرق دریائے بلا ہون
ولیکن ایک دُر بے بہا ہون

وہ دانا شوق ہی ... بے آرام
نہ کبھی کچھ قرار و صبر سے کام

کیا ہی پیرزن کب عشق مین خاک
اوڑائی کب ہے راہ عشق بیباک

تعشق مین کیا اپنا ہی نام
لیا شاپور اور فرہاد سے کام

سوال شاہ سرفراز بکمال سوز و گداز

شہنشہ نے یہ جسدم سن لیا ہے
دیا پاسخ لب بہر دونا سے

کہ ای مہر سپہر خوبروئی
جہان کی تم ہے تجھ سی نکوئی

ہوئی سو جان سے ای ماہ سیما
بلندی تیری اب مجھکو گوارا

خدا نے سرو کو دی ہی بلندی
اوسے کب قیصر بخشی ارجمندی

بلندی مجھکو کچھ ہوتی جو تجھسے
تو کرتا مین نثار اشکون کے گوہر

ہوا ہون تیرا بندہ بندگی گو
کیا الفت کو اپنی حلقہ گوش

زمانے مین ہون مین مزدورونکا سردار
نہین آشنا سزائی کا سزاوار

اگرچہ ہی عتاب لبران ہم
نہیں عاشق کو شیرینی سی کچھ کم

نہیں صورت کوئی ای ماہ تابان
کہ ہون پالی کبھی گردون

کیا تو نے نثار زر جو مجھسے
عوض لی سکا بھلا ہو مجھسے کیونکر

اگرچہ بادشاہی مین ہون مشغول
گدائی پر تری در کی ہی مقبول

ہوا ہون بندۂ گیسوی دلبند
نہ آزادی کا مطلق آرزومند

گمان تیرا سراسر ہی یہ باطل
کہ ہی تیرے سوا مائل کہین دل

گر شوخی سی تو نے ای پری رو / جو رکھی یاد میری دل سی یکسو
غم ہجران مین چلا ہو کے مجبور / کرون دلکو کسی دلبر سی مسرور
مگر بہول جو تیرا ابتلا ہے / ہر اک دلبر مری دلکو بلا ہے
مری آنکھو تلین تیرے جلوہ گہ ہی / نہ ہرگز دوسرا مد نظر ہے
خدا کے واسطے ای پری رو / نہ عاشق پہ اسقدر جفا جو
اگر ہے سر بسر تقصیر میری / پر اب نادم ہون کر تدبیر میری
نہ رہ سکتا ہون مین دم بھر شکیبا / نہ تنہائی ہے تجسے اب گوارا
مری قالب مین جب تم تک جان ہے / تو ہی دلبر ہی گو نامہربان ہے
شرار غم سے کھاتا ہی جگر تاب / زلال وصل سی کر اتو سیراب

جواب معشوق دلدار بہزار شوخی و انکار

جو دیکھا بت نے شہ کا سوز اور [illegible] / کیا پہر یہ سخن شوخی سی آغاز
ابھی سر مین ترے ستا ہی کا ہی شور / عبث مجھپر ترے سودی کا ہی زور
ہوا بحر غرور دل مین تو غرق / غرور عشق مین کو سو کا ہی فرق
ابھی سر مین دہی ہی شور شن جاہ / کہ راہ عاشقی مین جاہ ہی چاہ
تو آیا تھا ہوا صحرا کی کھانے / عبث آیا ہی میرا جی جلانے
دکھاتا ہی جو مجھکو دام تزویر / نہین وحشی جو مین ہوجاؤن نخچیر
رہی مین ناز پروردہ جہان مین / ہوا ہی گرم سی ہر دم امان مین
گلو نکا ہر گہڑی رہتا تھا بستر / مین بسکتی ہون کہون لا خار بستر
رہا پاؤن کے نیچے فرش دیبا / ہوا اب فرش میرا سنگ خارا
خورش مین اب کہان حلوا ترے ہی / پیا ہی شیر خوناب جگر ہے
تری دلمین نہین الفت جو میری / یہ تھی تقدیر کیا تقصیر تیری
جو ہوتی عقل کچہ یہ بہی مجکو ہیہات / اوٹھاتی رنج مین کیون اتنا دن رات
ابھی تک دہر مین ہین جنبش دار / ہوس شیرین کی رکھتی ہین کی دار
ابھی ہی چشم مین میری وہ جادو / کہ مین لونی جسکی ترک و ہندو
بلائین لف مین کیا کیا نہان ہین / کہ کالی جنکی آگی تیرہ جان ہین
ابھی تازہ ہی باغ نوجوانی / لبونمین ہی زلال زندگانی
عیان ہین تیغ ابرو کی یہ جوہر / کہ کردی کتنے سردار و نکو بیسر
مناسب ہے جو خائف دل ہی تیرا / کہ اک عاشق کشی شیوہ ہی میرا
عبث تجھسے ہی اب دل کا لگانا / دل نازک یہ بار غم اوٹھانا
وہ سب تجھے لیے سرمایہ تیری الفت / ہوا ناموس کا بچنا غنیمت
جو تو شکر یہ سوجا نسی فدا ہے / تو شیرین کا بہی اب جا فقط ہے
اوٹھی یہ کہکی تلخی سی دلارام / کہ اپنی راہ لی یان پر کیا کام
جو تنہائی مین گھڑی ابرو کی تلوار / تو سمجہا شہ علم کی اسنی تلوار
پری نے ایسی کچہ ترچھی نگہ کی / سنی اک بات بہی نہی شہ کی
چلی بل کہا کی جب ہا نسی چنچل / پڑی خسرو کے دل پر سیکڑون بل
قسم جان حزین کی پہر لا کی / دل نالان کی بیتابی دکھا کی
کہا بہر خدا ای جان جانان / نہ کر تو اتنا مجہی پابند حرمان
گوارا جانکاہ ہے اسی جان نا / غضب ہے ہجر ترا ای جان جانان

جو یہ کہکر کیا گریہ کا آغاز
اودھر بیٹھی تھی شیرین کو مٹھوڑی
کہا شہ نے کہ ای ماہ دل افروز
جو تیری خوبروئی کوئی تو صبح
مہ و خور ہون مقابل تیری کیونکر
غرور حسن گرچہ ہی سزاوار
جو لب شیرین ہین تو ہی شیرین گفتار
عبث ہی سرد مہری خشم تندی
ادب سے سامنے سر کو جھکا لین
نہین ممکن جو در کا کھولنا ہے
جو تو چاہی تو خوشدل ہم کی جاوین
نہین ہے جان بنا مجھکو مشکل
ای سیجان مجمل ہی این مصلحت ہے
اگر ممکن ہوا ہی بت راستی سے
ہوئی شیرین یہ باتین سنکے برہم
وہ عاشق ہی اوٹھا کے غم جو لب
ہوا عاشق فقط آواز سنکر
مرا مرنا او سی تو نے سنایا
بیان کرتا ہے سیر ظلم اور جبر

ہوئی وہ ماہرو پھر گرد مسائل	کہی آنچل کا پردہ اپنے رخ پر

شاہ خسرو کا سوال بنجا کساری کمال

انسین یا تو نمین گی غم سر گیا رو	کمال حسن تیرا سب ہے ظاہر
تو سیری دلکی آئینہ مین دیکھی	فلک نے با ہزاران چشم اختر
یہ ناز ادا نکو بھلا کب ہے شبر	مگر با این جمال عالم آرا
نہ پیرا ہنا کہ کہلائے سجنا کا	جفا کو ترک کر ای ترک طناز
نہ خسی کی خنجر مین تیغ ہو بار	ہوئی اب شام اودھر تیر خنجر
مناسب تجھکو ہے اب گرمجوشی	جو دی تو بار مجھکو آج کی رات
بجز نظارہ کچھ بولون نہ چالون	محبت کا نرکھہ ایجان در
تو کیا اب ہے یہی مشکل بولنا ہے	نہین جب نقاب شرم
مزہ اس عاشقی کا کچھ تو پاون	ابھی تک نا تھا یہ رنج دنیا
ولیکن رنج ہوگا تجھکو حاصل	ترے اک دل یہ پھر دو ہالہ مہ
کہ بعد از ظلم وہ جب مرحمت ہے	نہ مار اب شیشہ دلبر پری سنگ

شیرین کا جواب از روے عتاب

لگی کہنے کہ سن اے ہمنشیں ہم	تو سلطان ہے تجھے کیا عشق سے کام
جہان مین ایک ہی ہوا دسکا دلبر	ہوا عاشق تھا اک فرہاد مرحم
اوٹھائے کوہ غم دلگیر ہو کر	مری خاطر اوٹھائی کیسی محنت
وہ تاب زندگی ہرگز نہ لایا	اور اک تو بھی بنا ہی میرا عاشق
نہین معلوم کچھ اپنا تجھے طور	نہین سیتا کبھی بے عیش و آرام

وہ بیٹھی شرمگین سر کو جھکا کر
ادہر خسرو کہڑا تھا ہاتھ جوڑے
حساب لب سکا ہی انداز بسی بار
نہ دیکھا کوئی مہ رو تیرا ہمسر
تجھے ہی عیب خود بینی سراپا
نہ دکھلا اسقدر اب ناز و انداز
نہ آیا لب پہ مطلب کا کوئی حرف
نہ باتون کے سوا ہو کچھ بات
دِر جور و ستم کو کر مگر بند
نہوز نہار مہ پیرا بر خوشتر
اب گئے ہے سراسر جان لینا
نہ غم فرہاد پر خسرو کا غم پر
بہت دکھا چکی ہی اپنا نیرنگ
تو وعدہ کرکے کچھ تسکین مجھے دے
تجھے درکار ہی ہان عیش و آرام
جہان مین عشق کی جسکی پڑی دہوم
بنائی نہر کیا کیا کی مشقت
نہ آیا قول تیرا کوئی صادق
دنی دلبر سے ہے تجھکو سدا کام

ہوئی تھی جانسے میں آشفتہ تجھ پر
اگر چھوڑا جسے پیچھے تخت و افسر
اگرچہ لاکھ پابند الم ہوں
ولیکن عہد پر ثابت قدم ہوں

مجھے اس وصل سے ہے ہجر خوشتر
جو سمجھی مجھکو اوروں کی برابر
نہیں کام ہے تیری شبستان
شبستان سے مجھے بہتر ہے زندان

کروں گر وصل تجھ سے بو الہوس کا
تو فتنہ سر پہ لوں میں ہر نفس کا
قسم ہے خالق کون و مکاں کی
قسم دانندۂ راز نہاں کی

قسم ہے اپنے حسن دلربا کی
قسم ہے غمزہ و ناز و ادا کی
اگر دل جبتک نہ تجھنے کا گوارا
نہیں سننے کی تیری عذر خواہی

جو یہ تقریر کی اوس شکر لب نے
مجال گفتگو دیکھی نہ اسنے

پھرنا خسرو کا مایوس بصد رنج و افسوس

کیا گو داستان عجز کو طول
ہوئی اوسجا دعا لیکن نہ مقبول
پھر اسوقت تھا یہ تقصیر برف باراں
جگر سرد سے تھا جو بید لرزاں

کھلا جاتا تھا تن اس تنگدل کا
نہ کھلا دل مگر اوس سنگدل کا
شب تاریک سے گذرا جو کہ بس
پھرا اونسے شہ خسرو بصد یاس

اگرچہ حال اس سے دلسے زبوں تھا
غنیمت او سگھڑی سوز دروں تھا
عجب تھی غم لیے دل میں کی حالت
نہ رہنے کی نہ چلنے کی طاقت

غرض تھا ہمرہاں کا ارادہ
بہت مشکل سے پہونچا تا بخرگاہ
رہا آنکھوں سے اوس شب خواب نہ تھی دور
مگر غمخواری کرتا تھا شاپور

لگا شاپور سے کہنے وہ بیدل
کہ سارا خلق تھا شیریں کا طالب
بیاں اوسکی کروں کیا کج ادائی
کہ کیا کیا اونکی بے اعتنائی

بیاں شاپور سے کیا از پے ہجران
تھا یا زہر اوسنے چاہے درمان
دکھاتا تھا میں اپنے زخم دلکے
چھڑکتے تھے نمک مرہم کے بدلے

اگر ہے بیقراری دل سے ہر تن
بظاہر دوست باطن میں ہے دشمن
عبث عشاق کو ہے کاہش جان
نہ ہوئی جبکہ وہ بے مہر جانان

کیا حق نے مجھے شاہ ہو کا ناشاد
وہ سہی دل رنج ہو دلکی مراد
اب اک دلربا سے دل لگاؤں
حسد ہے جسکے شیریں کو جلاؤں

کہا شاپور نے سن اے جوانبخت
دل نازک نہ رکھ محو غم سخت
عبث اس غم سے تو آشفتہ جاں ہے
کہ شیریں تجھپہ دلسے مہرباں ہے

نہ ہو شیریں کی تلخی سے تو دلگیر
کہ شیرینی میں گم ہی ہے شکر
کوئی دم میں جو یوں بیدرد آئیگی
وہ اپنا ہی زباں پر کیا لائیگا

ثمر لائیگا نخل کا شکار ہے
اگر آب صبر سے ہو آبیاری
شکستہ دل نہ ہو جو ریہ جفا سے
نہ ہو فارغ خیال دلربا سے

غرض شاپور ان باتوں سے ہر دم
گھٹاتا خاطر خسرو سے تھا غم

خسرو کیطرف شیریں کی روانگی بعفو دلنوازی

پلا ساقی کوئی ساغر شتابی
کہ آیا اب یہ وقت کامیابی
ہوئی آخر میں اب ایام ہجران
ہو عیش و طرب کا ساز و سامان

یہی ہے شائع دنیا سراسر
کہ بعد از رنج شادی ہو میسر
عجب عشق ہے یہ ان سبھوں کا رنگ
کہ جس سے عاقلوں کی عقل ہو دنگ

دل عاشق کو کیا کیا کچھ دکھائے
کبھی معشوق کو دلکو ستائے
جدا شیرین کی نظرون سی ہوا وہ
اوٹھی آخر کو وانسی کھینچکے آہ

وہ ظاہر مین تو شیرین خشمگین تھی
بباطن عاشق اوسکی نازنین تھی
ہوا آخر وہ غصہ آفت جان
بہائی اشک سیل آسا بباران

ہوئی یون سبز زرد و سی غمسی بیتاب
کہ جون ہو آگ پی بیتاب سیماب
خجالت سی وہ کہتی تھی کہ ہیہات
نہ تھی الفت کی شہ سی ایک بھی بات

یہ محنت واسطی جسکی اوٹھائے
اوسی یون آہ مایوسی بتائے
محبت نے جو دلپر جوش مارا
نہ پایا صبر نے آخر کو یارا

اوسیدم ہو کے گلگون چلو نزد
چلی وہ بت سی ہو زرگاہ پر زرد
کنیزون مین فقط اک پاس ہمراہ
ندیمون مین خیال صورت شاہ

شب تاریک تھی گیسو کے ہم رنگ
اوس انہمایہ مین گہرا ہی تہا تنگ
کیا حد سی زیادہ جب تگاپو
تو پہونچی تا بلشکر وہ پری رو

جو گرم خواب تھی سب چاکر در
پھنسی تھی دام سر مین نیکہ سر
کسیکو کچھ نہین اپنی خبر تھی
نہ کچھ پروای مال و فکر زر تھی

مگر بیدار تھا اوسدم وہ شاپور
کہ طبع شاہ کو کرتا تھا مسرور
وہ کر خسرو کو اوسدم حال آگاہ
برون خیمہ آیا طالب آب

یہ دیکھا اوسنی اک جانب کو آکر
کہڑا ہی اک سوار حور پیکر
قریب اوسکی گیا وہ پہر خرامان
یہ آہستہ سی پوچھا ہو کی حیران

کہ یان بیگانہ جو تیرا گذر ہی
یہ سچ بتلا پری ہی یا بشر ہی
شہنشاہ جہان کی ہی یہ درگاہ
نہی یان شیر صحرا کی روباہ

کہا شاپور نی جب تیر پیسی
اوتر گھوڑی سی وہ جانکر پیسی
یہ بولی تو بھی غافل کسقدر ہی
خبر وارو نسی آشنا بیخبر ہی

سنی آواز دیکھا غور کرکی
گرا پاؤن پہ وسن شاک قمر کی
لگا کہنی کہ کیا جیمین سمائی
جو تنہا اسطرح تشریف لائی

تعجب یہ کہ ای ماہ درخشان
شب تیرہ مین کیونکر آئی تنہا
تو پہر شیرین نہایت مہربان ہو
گئی ہمراہ لی گوشہ مین اوسکو

جو گذرا تھا وہ فسانہ سنایا
غرض راز نہفتہ سب جتایا
وہ پہر عذر خواہی شہ کی جانا
ستمگاری وہ ناز اپنا دکہانا

لگی کہنی پہر آیا شہ جو مانوس
رہی مین بھی ہان پابند افسوس
ہوئی دلکو یکایک بیقراری
تو یون تنہا ادہر کو مین سدہاری

ہوئی ابچارہ سازی سی مین مجبور
جو ہی تقدیر مین مجھکو ہی منظور
تجھے کرتی ہون نیک و بد کا مختار
وہی کر جوکہ ہو میری سزاوار

ولی دو بات کی ہون آرزومند
سراسر دل ہی اون باتون کا پابند
کہ اول تو یہی دلکو تمنا
کرے جشن طرب جب شاہ پہلا

بٹھا تو مجھکو پوشیدہ جگہ مین
خبر پہونچی نہ ہرگز گوش شہ مین
کرون اندازہ شہ کا مین نظارہ
نہو پروا ازہر گز آشکارا

دوم دلکو مری اک ہی یہ خواہش
کہ ہووے وصل کی جب شب کو خواہش
عروسی کا ادا ہو رسم اوسدم
مقرر ہوئے باہم عہد محکم

رہی سبزی ہی آفت مین گرفتار
اگر کہو دوسری پہر روزگار
جو دو باتین ملکین ہووین تجھسے
تو کر اسوقت عہد راست مجھسے

نہ تمکین ہون تو پہر جاؤن مین اے شاہ
نہین ہوبلی ہون اتنک گہڑی مین راہ
سنا شاہ پور نے اوس سے یہ جب حکم
گیا سوگند کہا کر عہد محکم

وہ کالگون پہر شجر سو لا کی باندہا
نہان غنچے مین پہر شیرین کو لایا
مکلف مختصر اک بارگہ تہی
قریب بارگاہ بزم شہ تہی

وہ رشک مہ ہوئی یون اوس سے پنہان
کہ ہووے برج مین جیون ماہ تابان
غرض شاہ پور وان سے سکو بہاگے
ہوا سوجود شہ کے پاس آگے

یکایک کہل گئی پہر آنکہ شہ کے
سو شاہ پور شفقت سے نگہ کی
یہ فرمانے لگا صد آفرین ہے
جو خدمت سے مری غافل نہین ہے

مبارک ہیو دیکہا اسگہڑی خواب
کہ آئی جس سے تن مین طاقت و تاب
کہ گویا ایک گلشن مین گذر ہے
کہ اوسمین بار ور ہر اک شجر ہے

بہم شاخین ہین سرسبزی سے ہمدوش
کہ جون معشوق و عاشق ہون ہم آغوش
شگفتہ ہین وہان ہر رنگ کے گل
بہم گرم نوا سنجی ہین بلبل

اور اک وقت چراغ آیا مری ہات
کہ اتنے مین گئی کہل آنکہ ہیہات
کہا اوسنے کہ ہوا اوسکی یہ تعبیر
کٹی ایام غم ہے راست تقدیر

بہار زندگی ہو تجھکو حاصل
شگفتہ ہو ترا اب غنچۂ دل
درخت آرزو لایا ہے اب بار
میسر ہو ہم آغوشی دلدار

چراغ اوسکا جو روشن ہو زیادہ
سبب ہے روشنی چشم و دل کا
ہوئی ہے آج کی شب نیک و مسعود
کہ جسکی ہے سحر اک صبح مقصود

یہ لازم شہ کو تہی جب صبحدم ہو
مرتب محفل شاہ ارم ہو
جو مژدہ اوس خرد ور نے سنایا
تو شہ کو پہر خوشی سے خواب آیا

عشرت کی داستان ہے کہ بزم خسرویکا بیان ہے

ہوا سلطان خاور جب نمایان
ہوا شبگرد مہ گوشہ مین پنہان

اوٹھا شادان و فرحان شاہ پرجم
ہوا بیرون خلوتگہ روان تیر
وہ پہنی شہ نے پوشاک نگارین
تصدق جس پہ سارا کشور چین

بہار حسن یون جسمے عیان تہی
خجل جس سے بہار بوستان تہی
ہوا پہر جلوہ فرما سر تخت
نئی فرمائی اوسکی دولت و بخت

ہوا پہر خواستگار مطرب و مے
لگی آنے صدائے بربط و نے
بچہا محفل مین فرش اطلسی تہا
خجل جس سے یہ عرش اطلسی تہا

بڑے خیمے مین پردے تہی شفق رنگ
کہ تہا جنسے فلک کا صاف آئینہ تنگ
وہ نقشی تہی تمکیری کی جہالر
فلک یا شعاع مہر انور

غلام و ہم و بندہ زرین کلہ تہے
کہڑی وہ صف بصف سب سر بسر تہے
معطر وان جو پہر اک گلبدن تہا
مکان اوس جشن کا سارا ختن تہا

نہ اوس محفل مین باقی غم کو تہا بار
تہی وان نام کو بہی غم پرستار
صدائے قلقل مینا دمادم
دلونکو کر رہی تہی صاف بیغم

بجایا بانسری نے جس گہڑی تار
شہنا لا کی بجانے کا انداز
ہکمیسا ناصر وان رنگ لایا
عجب دہن سے نوا لا راگ گایا

اگر کیسر محبوب سیر و جوان ہے / سر مطرب بہت گو ہنستان ہے
تھے خسرو بعشیق شادمانی / ملا سر کر رہا تھا زر فشانی
تو شیرین نے بھی ان اک وقت پایا / کہا شاپور سے اوس دم بلایا
نکلیسا کو وہان اوسنے بلایا / غرض سب انکے دل اوسکو بتایا
نکلیسا پر کہلا جس دم کہ یہ راز / کیا نغمی کا اوسنے اک نیا ساز
ہوا شہ کا اشارہ باربد کو / کہ سیر حال سے کچھ نغمہ زن ہو
امید وصل اندازو نسی اونکے / عیان ہو درد و ساز و نیاز انکے

جہان میں لیکن تھا مطرب کامل / تھا جز باربد اوسکا مقابل
ضرورت کچھ ہوئی شہ کو جو لاحق / گیا خیمے سے باہر پھر وہ عاشق
کہ اک مطرب کو تو اسجا بلائے / وہ تا کچھ سیر حسب حال گائے
کہا نغمہ وہ ہو پردے سے باہر / کہ ظاہر حال ہو شیرین کا شہ پر
شہ خسرو جو پھر تشریف لایا / نرالا رنگ گانے کا جمایا
لگی گانے وہ مطرب راگ پر زور / کہ جس سے نغمہ ناہید تھا گرد
او دھر سے تھا جو معشوقی ترانہ / ادھر سے بھی تھا نغمہ عاشقانہ

رنگ نکلیسا کی گانیکا دلیل ہے شیرین کی تانیکا

کہان ہے بلبل شیدای گلشن / کہ فصل گل ہے بزم آرای گلشن
عبث اب تیری فریاد و فغان ہے / کہ ہر جا اب بہار بوستان ہے
خزان ہجر کے گذری ہیں ایام / بہار وصل کا اب ہے سر انجام
شگفتہ غنچۂ مقصود ہے اب / دلی مطلب ہے خود موجود سب
اوسی سو جانسے شوق بندگی ہے / گلے میں اوسکے طوق بندگی ہے
نہیں لازم جو تو اب سرکشی کر / ہم آغوشی ہے اوسکی خوشی کر

خوشی سے ہو کوئی دم نغمہ پرداز / مہیا ہے چمن میں عیش کا ساز
چلی باد بہار کامرانی / گلوں پر چھا گیا رنگ جوانی
ذرا اگر ناز اے سرو سرفراز / کہ قمری اندنوں ہے تیری دمساز
زبان پر اوسکی ہے فریاد کو کو / ہوئی عاشق ترا ای سرو دلجو
چمن میں شاہ کے مینا و ساغر / عیان ہے صورت ساغر گل تر

گانا باربد خوش الحان کا نمونہ خسرو کی داستان کا

ولا کب ہے میسر وصل جانان / کہ تیسی ہے دل پابند ہجران
ہوا ہے بیچ جانا نمہ یہ عالم / کہ سینہ ہے مرا کاشانۂ غم
اگرچہ ہے وہ نو گل رشک گلشن / مگر کانٹو نسی ہے اوسکا دامن
اگر وہ گنج ہاتھ آئے تو سینہ / کرون اوس گنج عشق کا خزینہ
ولیکن دل اوسیکا مبتلا ہے / فسون عشق اسکا کی بلا ہے
رہون تیر نگہ کا اوسکی آماج / بناؤن اوسکو اپنے فرق کا تاج

وہ بلبل ہی تھی باریک تھا جو / کہ تہین نکہین ملی وس گل سے
سکان اوسکا اگرچہ گنج زر ہے / ولے کیا فائدہ جب بند در ہے
جو میں گیسو کو سمجھا مشک تاتار / حقیقت میں وہ نکلا مار خونخوار
قسم کھاتا ہوں میں جان حزین کی / اگرچہ کچھ مہر ہوا اوس مہ جبین کی
سمجھا ہوں غلام اوسکی رہائی / کرون شاہی میں اوسکی میں گدائی

پھر نغمہ نکیسا باواز شیرین ہے حسب عبارت

تو پاس اوسکی ہی دلداری کا ہی سا
جو کی معشوق نے کچھ کج ادائی

ہوئی دندان جسکی جگر تیز
نگہ جو مست شوخی تھی دل آویز

ہوئی اب صبر عاشق سے شکر ریز
اوٹھائی تونی گر تلخی سخن کی

مئین پلکیا خوشی ہی ساغر مے
یہی ہی آرزوی دل سراسر

نہین تن کو ہی تاب دوری
عبث تو مقصد دل سی ہی مایوس

وفا کا تھا نہ کچھ اسمین اقرار
ہوئی جب عجز کی تجھسی نمایش

نغمہ باربد ہوش ربا ہی لیکن ہمدرد عاشق کی دوا ہے

نہان ہر گل مین بوی ماندہ بو ہے
بہار عیش کا اب جا گذر ہے

نوا زن مثل بلبل شیشہ مل
پیسا نغمہ سے آتی ہی آواز

وفا سے اب ہوا ہی میرا دلجو
پیری باد صبا اوس گل کو پیغام

اگر باطن مین مثل دیدہ ہی تو
بہت دیکھا دل عاشق نے آزار

ہوں گلچین تیری گلشن کا باہم
جو آئی بزم مین وہ غیرت گل

نکیسا نے کہا پردہ نشاط ہی کہ عاشق و معشوق کا اختلاط ہی

کہ اوس فرہاد سی کی شہ نے فریاد
سنی جب تاب اونے شیرین کی آواز

کیا اون مطربونکو شہ نے رخصت
ہوئی نامحرم اوس خیمے سے سب دور

لگا شہ کرنے آہ عاشقانہ
محبت جو ملا دل مین پھر جوش

چھپائی اوس بت شیرین نے ابرو
یکایک چھا گئی حیرت شہ کے دل پر

کہ سنتا ہی مہد سی شیرین ہی مجبور
کہ وہ بھی تو معلق خاندان ہے

شکست دل نہوا ہی شاہ خوبان
دکھایا گر کسی دلبر نے کچھ ناز
ہوئی نے یا وہ گوئی کی جو دیش
اگر وہ گفتگو قلقل سے تھی تیز
یہ لازم عاشق و معشوق کو ہے
کرے کب تک دل مضطر صبوری
رہا اوسکو جو اب تک تجھسے انکار
کہاں ہی آرزوی دل نہان ہے
اگر پوشیدہ ہیر دیمین تو ہی
شگفتہ دل ہی اپنا صورت گل
اگر وہ غیرت سرو لب جو
بظاہر آنکھ سے پوشیدہ ہی تو
ہو مجھ عاشق کو تو سمجھو ہوا خواہ
ہوا یوان یار جب پردہ افگن
لگی فریاد کرنے وہ پریزاد
ہوئی طاری جو اک خسرو پہ حالت
جو شیرین کا اوٹھا کوئی ترانہ
ہوئی آتش ہوس آتش زن ہوش
لگا پوشیدہ پھر کہنے وہ شاہا

کہ ہاتھ آنا ہی درد دل کا درمان
طبیعت راستی پر اوسکی گئی
ہوئی پابند زنجیر جیسا ہین
حلاوت پائیگا آب دہن کی
نکالین کام اپنا پیکے ساغر
کہ ہی معشوق تیرا آستان بوس
در بستہ کو دی حق نے کشایش
کہ رت سی مری آشفتہ جان ہے
خزان آخر ہوئی رنگ دگر ہے
ہوا ہی ساز گار اب بخت ناساز
رہوں کب تک تری صحبت سے ناکام
بجای گل نہ دکھلا اب وہ خار
تو بیشک نعرہ زن ہون مثل بلبل
کیا شیرین نے اپنا چاک دامن
بنا خود ہوگئی بیخود اوسکا دمساز
رہی شیرین نہ خسرو اور شاپور
ہوئی دلکو تمنای ہم آغوش
کہ کیون شیرین ہوئی مجھسی مکدر
خیال ہم شادی بگمان ہے

کیا اسکو خدا نے غیرت ماہ
بجای داغ خجلت سے ہی شاہ
کہا شہ نے کہ ہی سو جان سے منظور
اور مجھ ندی میں وسکو ہمدر

بلا کر سب بزرگان مداین
سپرد اسکی کرون مال خزاین
کرون سب مہوشون اسکو متابع
اوٹھانون لیکہ بازو انداز

ولیکن چاہتا ہون آج کی رات
رہی یان شغل می الفت کی ہو بات
ہوئی شیرین حسن ہر خوش سے آگاہ
تو بیٹھی آ کی نزدیک شہنشاہ

لگی بھر بھر کے دینی ساغر مے
ہوئی پھر گرم بزم نغمہ و نے
کہون کیا اوسگھڑی ہر شین کی حالت
جو پہنچی صحبت شیرین سے راحت

کبھی انو یہ شہ کی وسکا تکیا تھا
کبھی بازو نیہ اوسکی شہ کا سر تھا
کبھی تھا وہ وس گل صنوبر تھا (?)
دہن گاہی وہاں بایر تھا (?)

ہوئے صحبت فزون سی شے یقہ (?)
نگر سوگند اوسکی سند رہتے تھے (?)
غرض وہ بات شیرین ور شنفتہ
رہی عشرت سے باہم تا سحرگاہ

در صحبت خسرو با معشوقہ گلفام و شادی کا سر انجام

ہوا جب صبحدم خورشید تابان
چلی سوی مداین شہر تابان

پلایا ساقی اوئی جام رنگین
کہ ہی سامان عقد ماہ و پروین
موافق اب ہی دور زمان
مبارک ہیکشتی لی باده خواران

شہ خسرو نے بھی پھر عروسی
ادا کی رسم آئین مجوسی
ہو شیرین کو لی خسرو روانہ
سو شہر مداین خسروانہ

بہشتی و نہا اون جو تھے
زمین پر آ بتاشی تھی وہ کرتے
ملددیتی نقیبان خوش آواز
او سبھی چھوڑ دیوانہ انداز

بیک جانب وہ شہسواران
بیک جانب تھا خیل تاجداران
مسلح پہلوان پولاد جوشن
کھڑی تھی صورت دیوار آہن

وہ اوپر اسپ سکر و شمال صرصر
کہ تھا نقش قدم جنکا ہوا پر
نشتر اسیہ سب جنکے تھی غبار
زر و لعل و گہر سے تھی گرانبار

وہ پیلان سیہ تھی ابر توقیر
کہ جنکی کہکشان ہجانے زنجیر
کھڑی تھی مردم افواج انبیہ
نئی وردی نئی پوشاک تن پر

یہ شہنائی و کرنائی تھی الحان
کہ طاؤس فلک جس سے تھا حیران
جو شکر ہر صلد لوبیان اوہین (?)
وہ سب قصا تخت زین پر

شہ خسرو سوار پشت شبدیز
ہوا جب قلب لشکر میں جلوریز
بت شیرین بھی تھی زرنگاری
چلی اس ٹھاٹھ سے وہ نیسی سواری

جلو میں غلامان پریرو
کہ یکسر تھی جسم عنبرین مو
زمین پر اسطرح وہ ماہ پاری
کہ جیسے آسمان پر ہون ستاری

لٹاتے ہر قدم تھی شاہ زر پر
گدا بھی تھی ہوئی یک تو انگر
غرض باشوکت و باحشمت قرین
سواری شہ کی پہنچی تا مداین

گئی باشندگان شہر فیجاہ
کر استقبال لائی شہ کو ہمراہ
اوتارا اوسنے دولتسرا مین
وہ خور جسطرح برج سما مین

طلب کر موبدان اہل تنجیم
بٹھایا شاہ نی سبکو بہ تعظیم
کہا سب سے کہ یہ سب ہی عیان ہے
کہ شیرین پر مری قربان جان ہے

تصویر سامان برات

خدا نے اب جو پیدا وہ دن کیا ہے
کرو دن کو جان فدا اوس پر تو جا ہے
کہا سب نے کہ اے شاہ جوان بخت
رہے قائم ترا یہ افسر و تخت

مکان دل کی آبادی ہوئی ہے
بڑی چاہت سے یہ شادی ہوئی ہے
پھر اک موبد کو خسرو نے بلایا
دولہن کا ہاتھ اپنے ہاتھ لایا

بندھا محبوب سے عقد محبت
برائی آرزو با صد مسرت
کہا یہ ملک ہے سب ملک تیرا
اگرچہ شہ ہوں پر تیرا ہوں بندا

ہوئی شادی بزم پادشاہے
کیا سو جان سے پھر شکر الٰہی
ہوا شور مبارکباد برپا
لگی نغمہ سرائی ہونے ہر جا

خوشی کا جب ہوا اوسکو نظارہ
تو آتشبازی نے کھولا پٹارہ
انار اوس سے گل افشانی دکھاتی
چمن سارے میں اوسنے بنائی

ہر اک چرخی تھی مثل چرخ گردان
کہ جیسے برق ہوتی تھی نمایان
جو چرخی نے دکھایا زور یکسر
زمین پر گر پڑا مہ کھا کے چکر

بنفشے کی ہوئی روشن جو چادر
ہوئی ساری زمین فرش مشجر
زر افشان دیکھتا تھا اوسکو آسمان
پری کی طرح تھی طاوس رقصان

کوئی سوجی نکلی جسدم چھوڑا
رخ مہتاب جھوٹی ہوائی
بنا گردون پٹارہ تیلیوں کا
ستارے جسکے پردے ہو ہویدا

لکھوں میں صفت مہتابی کیا کیا
قلم شعلہ بنا صفحے کی اوپر
گل افشان جو زمین پر پھلجھڑی تھے
مہ و اختر کی انکھہ اوسپر لگی تھے

کبھی چلی دیو کاغذ کی لڑائی
کہیں ہاتھی سے تھی ہاتھی بھڑائے
رہی کیفیت اوس عشرت سرا میں
دولہن کو لیگئی خلوت سرا میں

عجب اوس دم تھی زیبائی دولہنکی
یہ سب کم تھی زیبائی دولہنکی
وہ زرین جسم پر جوڑا تھا نہ
ہوئی جس سے منور بزم خانہ

وہ جوڑا نازکی سے کسمسا تھا
پسینا بھی دولہن کا عطر سا تھا
فروزان تن تھا اوسکا پیرہن میں
کہ جیسے جان ہو فانوس تن میں

وہ آنکہیں تھیں حیا سے اوسکی شرمگین
تصور شہ کا ہر دم کر رہی تھیں
غضب کرتے تھیں دیدہ نگاہیں
کہ نہر اس طرح روکی تھیں آہیں

اگرچہ سد رہ گھونگٹ تھا اوس
نگہ کی تیر اوسکی تھی باہر
کہوں کیونکر نہیں اوسکے دہن تھا
اگرچہ تھا ولیکن بے سخن تھا

وہ اوسکا دیکھ کر حسن یگانہ
فدا ہونے لگا سارا زمانہ
کسی کچھ نہ لائق اوسکی پائی
بجز نقد دل و جان او نمائی

رہی جو ایک مدت شہ سے دوری
تھی اوس دم اوسکو ہر گز صبوری
کسی محرم کو پاس اپنے بلایا
اشارہ کر کے انکہو سے بتلایا

ہوئی شہ کی طلب خلوت سرا میں
کہ ماہ و مشتری آن یکجا ہیں
وہاں شہ مائل عیش و طرب تھا
مہیا جشن کا سامان سب تھا

ہر اک جانب میں ورد ساغر مے
چلا اک بار آتش میں پیالے
لکھیں بار بر او شاد و دہن کے
سما لک تھا بندہا گانے کا او کے

ملا تھا ہر کسیکو خلعت و زر
ہوئی حاجت کی دامن تا بہ بر پر
کسی نے شہ کو یہ مژدہ سنایا
کہ چلیے آپ کو اندر بلایا

ہوس غالب تھی اور دل طالب کام خوشی سی شہ نے پی در پی جام
کیا تھی نے جب دم شاہ پرجوش رہا مطلق نہ شہ کو تن کا کچھ ہوش
گیا لیکن وہ ہاتھوں کے سہارے رقیب خلوت اوس جا سے سدھارے
جو دیکھا بت نے تنہا اوس پری رو ہوئی اوس دم ظرافت ہائے وسکو
ضعیفہ دایہ اک وسکی تھی عیار کہ چرخ پیر تھا جسکی سزاوار
سراسر برف خورده شلستان تھا اوسکے دہن میں یک دندان
کیا آراستہ زیور سے اوسکو چھپایا جا بہار زیب اوسکو
وہ نوشہ تھا بنا اک یوسف حال بنی وہ اک زلیخائی کہن سال
زبس نقشے میں تھا خسرو بہت چور تمیز نیک و بد سے صاف تھا دور
ہوا شیرین سمجھا اوس سے جسکو ہوا اس قند و شیر اوسکو یکسان
ہوا یوں لیے سے آخر حملہ شاہ کہ بڑھی شیر جو بچے میں دو ماہ
جو دیکھا آکے زر می جانکاہ تو بس بتا بے کرا وسنے لی راہ
جوان نو شہ کو چھوڑا پیر زن نے کہیں تھی چاند کو چھوڑا گہن نے
کہا شیرین ہے جا بیجا ہے مادر کہ لازم ہے شکر خوری کو شکر
حیا و شرم سے آنکھیں چراتی بہت کچھ زیر لب تھے مسکراتی
وہ تحفہ میوہ باغ جوانی لب شیرین کا آب زندگانی
کبھی مست شب شیرین نے آکر پیالے چشم مشکین کے دو ساغر
لبوں کا شربت اوجب کیا نوش ہوا اوس مست کی اوس دم بجا ہوش
وہ خوشبو تھی جو زلفوں کی معنبر مشام جان ہوا اوس سے معطر
سر زیبا دیکھنا اوسی صنم ہے جھکا آنکھوں سے ہلال وسکی قدم ہے
تڑپتا تھا جو دونوں کا پڑا دل ہم آغوشی ہوئی آخر کو حاصل
بہار گلشن جو تھی وہ بزم رنگین نیا گلزار رخ کا اوسکے گلچین
کبھی لب تھا لب شکر شکن پر کبھی تھا ہاتھ اوس سیب ذقن پر
ثمر بستان کے تازہ بار لائے بہت مشکل سے بار ہاتھ آئے
جو خسرو نے یہ پال حسن پایا تو بے وسواس ہاتھ آگے بڑھایا
کیا جب یہ خوش [illegible] تو پائی جا وہ اسمین [illegible]
وہاں ہاتھ آیا خوبی کا خزینہ صدف کیطرح دربند اوسکا سینہ
کسیدکا ہاتھ کسد ان لگا تھا کہ کیونکہ اسطے درج طلا تھا
تو قفل اوسمیں پایا بند توڑا کلید فتح سے قفل اوسکا کھولا
کیے پہر توڑ جوڑ ایسی ہی او بجا لب شیرین سے تھا اک شور برپا
بیان اوس دم کا کیا ہو حظ دل نے قلم کو ہے حیا ہی ہو سنانے
نہ ری تھی وسکھڑی کیا مزے تمامی کام دل باہم نکالے
صدف کو تھی جو اک تشنہ دہانی ہوئی آب گہر سے پھر گرانی
کبھی باتوں سے وہ محظوظ ہوتی کبھی باہم گلے لگ کر وہ سوتے
سحر روز و شب سے ان عشق و آرام برآئی عاشق و معشوق کی کام
ہمیشہ رہے تو فارغ عیش باہم تہائی لگے دو تو آب گل سے
ہوئی شب پھر نمود صبح شادی [illegible] ورائی بسکی تھی یوں [illegible]
ہمیلا [illegible] کہ جنکی رخ تھی گلگون قند تھی [illegible]

تو اپین

خواصین خاص تھین شیرین کی ہمدم / حسین اونسی زیادہ تھی بہت کم
پہنایا شہ زادہ کو خلعت زر / بہت کچھ اونکو بخشا گنج و گوہر
بکیسا باربد شیرین و شبدیز / ہوئی سب ہمقرین شاہ پرویز
خیال خواب پیشینہ کر اوسدم / کیا شکر خداوند دو عالم
بلا شاپور کو سونپی ہمایون / ہوا گویا او فوق اوس سے گردون
ہمیلادی بکیسا کو خوشی سے / سمن بر بر مین لائی باربد کے
وہ ارمن ملک شیرین نے بکیسر / دیا شاپور کو با خلعت زر
ملی اوسکو جو ارمن کی حکومت / بنائی ہر طرف عالی وہان عمارت
نشہ خسرو اعیش و کامرانی / بسر کرنے لگا عہد جوانی
چلا کرتا تھا ہر دم دور ساغر / رہا کرتی تھی وہ دلدار در بر
رعیت ہر طرح آباد و خرسند / کبھی جیسے کا نہ کوئی آرزومند
مجازی عشق میں گذری جو مدت / تو آیا دل پہ پھر رنگ حقیقت
جو دیکھی آئینہ میں اپنی صورت / ہوئی حیرت ہوئی تازہ کدورت
کہ دیکھی سبزہ خط پر سپیدی / وہ سمجھا اب ہے دور نا امیدی
جو تھی بالون پہ پیری کی نشانی / وبال اوسکو ہوا عیش جوانی
لگا کہنے وہ گردش سے زمانے / کہ سچ ہے پھر کہاں راز دوانے
بیاض غم سواد موی سر ہے / شب عشرت کی اب شام سحر ہے
پھر اوس اقلیم جاہ و حشم سے / اوٹھا کر ہاتھ بیٹھا فرط غم سے
نجی لگتا امور سلطنت مین / خلل آیا نظام مملکت مین

خسرو کو شیرین کی نصیحت بکمال غمخواری و الفت

لگی کہنے وہ دلبر شہ سے اک روز / کہ ہو اسوجہ سے غمگین کی لسنوز
سمجھ دلمین تو اے شاہ جوانبخت / رہے قائم ترا یہ افسر و تخت
رہا ابتک ترا دور جوانی / رہا بس تجھکو عیش و کامرانی
اٹھا سکتے ہین اب شباب دوران / میسر تجھکو ہے جو کچھ کہ سامان
رہے منظور تجھکو سب کی بہبود / رہے خلق خدا بھی تجھسے خوشنود
ہوا ہے ختم تو دل کر لیا ایک / تو بربادی رعیت کی ہے بیشک
نہ ہو ہرگز رعیت ظلم دیدہ / غضب سے حق کی ہے آہ غم رسیدہ
بہت دیکھا ہے اکثر آل ساسان / کیا آگہ نے اک ملک ویران
مگر یہ ہو خیال رسم شاہی / کہ جتنے بھی ہو عالم کی تباہی
مناسب جلوہ بار عام میں ہے / کہ مشغولی ضرور اس کام میں ہے
تجھے لازم ہے اون لوگوں کی صحبت / جو اہل علم ہوں اور اہل حکمت
رہے منظور تجھکو پاس خاطر / رہی عالم کی تجھسے پاس خاطر
کرو گر دن کو شغل کار شاہی / تو شب بھر رہے یاد الٰہی
کہا خسرو نے اے دلدار غمخوار / تو ہے میری نکوئی کی طلبگار
بزرگ امید کو شہ نے بلایا / بہت تعظیم سے اوسکو بٹھایا
لگے کہنے کہ اے دانائے دوران / عیان کر مجھپہ کچھ راز نہان
گذارش کی یہ اوس نے سر جھکا کر / مرا ہے فخر گر پوچھا بلا کر
کہا پہلے تو ہے یہ دلکو حیرت / کہ اس نیلی فلک کی کیا ہے صورت

ظہور خلق ہی سب اسکی اندر
نہین معلوم کیا ہی اسکی باہر

خدا کی ہین عجب کچہ کارخانی
بنایا جسنی ہی اسکو وہ جانی

کہا شہ نی کہ ہین جو لوگ جانا (?)
کہاں سی آئی و جاوینگی کس جا

نہین باہر کوئی اس ہنگامی سی
کہاں جاوینگی اور آئی کدہر سی

کہا شہ زادی نی جو ہی جانا
نہین کچہ آگہی ونکی نشان سی

لگا کہنی وہ دانای خردور
کہ سن ای تاجدار پاک گوہر

زبانی کسکی ہو احوال معلوم
نہ موجود کوئی ہوگی عدم

ہوئی دنیا مین جب ہی نیک کردار
اوسیکو خلد ہی ہوگا شرکا (?)

لگا پہر شاہ کہنی ای خردور
بہلا یہ حال تجہسی ہی بیان

کہا اوسنی کہ ای سلطان بجاہ
یہ جان پاک کو حق ہی پابند

از انکا سطح اچہی نہین ہی (?)
یہان کی یاد ہی ہوگی فراموش

بہر اک لشکر یم ہی تماشہ کا
کہ شیرو تہا نام اوس لکہیلا کا (?)

ستمگار و ستم کیش و جفاجو
طلوع … سبع وارزق … (?)

نلا … کی تہا شاہ … (?)
اوسکی … تہا … (?)

کسی کا خوش نہ آئین اوسکی افعال
زبان پر جو کہ آئی وہ کہی صاف

لگا پہر یون وہ کہنی ای شہنشاہ
جہان کی نیک و بد سی تو ہی آگاہ

اگرچہ ہو بہر سی اپنی عاری
نہین دادا بدر براد اسکی خواری

ہوا ہی وہ زبس مست جوانی
تجہی ہر دم ہی ضعف ناتوانی

پلا ساقی مجہی اب آخری دور

کہا اوسنی وہ دانای کہ ای شاہ
نہ پائی اسکی باہر کی کہین راہ

جو کچہ اندر ہی اسکی سو عیان ہی
جو باہر اسکی ہی وہم و گمان ہی

کہا اوسنی کہ یہ ہی سخت مشکل
قیاس و عقل سی ہی دور منزل

جو لطف کا نفس ہنر کا ساتھ (?)
تو پا بیشک وہ اس منزل کا پائی

کسی نی کچہ کہی ونکی نہ حکایت
کہ وان ہی عیش یا رنج و ملالت

نہ زندہ اوس جہان نہین جانی ہر کا
نہ مردہ وان نہی اس جا اسکا

مگر ثابت کتاب دین سی ہی یہ
ہوا حکمت سی ہی ہین کہی یہ

اور اس دنیا مین جیسی ہین افعال
او نہین کا ہوگا دوزخ مین ہی حال

کہ جانیگی جو ہستی ہی عدم کو
یہان کی یاد بہی آئیگی ہم کو

ازل مین تہی تجلی یہ جان انسان
یہان اگر ہوئی قالب مین مہمان

جو دیکہا شاہ زادی نی یہ حقیقت
تو مائل دل ہوا اوس سو حقیقت

زبس تہا سرکش و مغرور و عیار
بہت سرہنگ ہی ہمدم و ہمراز

شبستان شہ مین اوس سی تہا دو دو (?)
… خلق اور نی شاہ خوشنود (?)

بزرگ اسی سی کہنی لگا شاہ
ہوا عاجز مین اس فرزند سی آہ

مری دل کو ہوا ہی اب ان کا خوف
مجہی بیشک ہی اپنی جان کا خوف

اگر ہی اوس سی غم شاہ دلکا (?)
ولیکن ہی جگر گوشہ وہ شہ کا

رہی گر شاہ وہ سکا نیک اندیش
لگا دو نہ ہرگز شہ کو دل ریش

مناسب شہ کو گر یہ عاقبت ہی
کہ اک گوشہ مین جا صل عافیت ہی

خسرو کی آتشخانہ مین اوقات گذاری شیرویہ کی … (?)

زمانہ کا مبدل ہو گیا طور

ہوا فارغ دل شہ ان جھگڑوں سے
اوٹھایا ہاتھ پھر عمر رواں سے
پرستشگاہ مین بیٹھا وہ جا کے
رہا آتشکدہ ہی کو لگا کے

دیا کھینچ اوسنے دامن ہوس کا
مٹایا دل سے کھٹکا ہر نفس کا
جو بیٹھا بادشہ گوشہ مین جا کر
تو شیرویہ نے پایا تخت و افسر

لگا کرنے ستم نخوت سے مخمور
کیا خسرو کو زندے سے بھی دور
جو تھا شور عداوت اوسکے سر مین
کیا بند اوسکو اک زنجیر زر مین

اوس آشخانہ مین شیرین کا شب و روز
بجز اوس بت کے تھا کوئی نہ دلسوز
صنم کو دیکھکر رہتا تھا وہ شاد
رہا اوس قید مین بیغم کے آزاد

بہت شیرین نے کی دلداری اوسکی
ہر اک طور سے غمخواری وہ کرتا
کہ ہے یہ چرخ کا پیوستہ نیرنگ
کبھی گل ہے میسر ہون کبھی سنگ

نہ اب دولت کی کچھ بھی فکر تو ہے
میسر سب ہے گرچہ یہ مین تو ہے
شکر لب کی ہے ہمدم گر خدا ہست
مبدل رنج کرتی نہیں برا حسرت

یہ کہتی تھی مجھے کچھ غم نہیں ہے
شبستان یہ زندان کم نہیں ہے
تری صحبت سے مین بیتی ہون خوشحال
نہ فکر حشمت و نہ خواہش مال

رہا سب کچھ ہے تجھکو ساماں
رہا دنیا مین اب تک شاہ شاہان
ہوا قابض جو اب دولت پہ بدخواہ
نہیں کچھ اسکا غم دلبر و اللہ

ازل ہی سے ہے یہ کچھ رسم ایام
کہ گاہے کامران اور گاہ ناکام
کبھی ہے فرش خاک اور کبھی تخت
کبھی گردش مین سیاہ اور کبھی بخت

جو ہوتی سلطنت تو پائداری
تری کیا بات آتی شہریاری
گئی گر مسند شاہی تو کیا غم
قناعت کی تجھے مسند ہے کیا کم

اسے بھی سوت تسلی دہی کی ہمراہ

شیرویہ نے ظلم مین نام کیا کہ خسرو کا کام تمام کیا

اسیر کرتی مصیبت اپنی با ہم

ہوئی اک روز اک شب یہ دو تا
دکھایا پھر فلک نے ماجرا زار
شہنشہ بندی زنجیر زر زر
جھکا تھا سر تھا زانو پر غم سے

بت شیرین نہیں یعنی کہ شیرین
ادب سے بیٹھکر دیتی تھی تسکین
حکایات غریب بندلہ خوب
کلام اور وہ شیرین مرغوب

وہ دلبر کہہ رہی تھی شہ سے ہردم
گیا پھر شاہ خواب خوش مین بیغم
جو سویا شاہ سنتی وہ شیرین
تو شیرین کو بھی آیا خواب نوشین

کمینگی سے اک آیا دیو صورت
نہ تنہا دیو صورت دیو سیرت
لیے تیغ دو دم اور چشم خونریز
برنگ تیغ گرم خون پرویز

سر بالین شہ آیا جفا کیش
کیا اک زخم سے شہ کا جگر ریش
زمین کی خون شہ سے اوسنے رنگین
گریزان ہو گیا پھر وہ بد آئین

ہوا جب درد سے شاہ بیتاب
اوڑا عنقا صفت بس طائر خواب
جو پایا آپ کو پہلو دریدہ
لگا کہنے وہ ہو کر غم رسیدہ

اگرچہ دہر پائندہ اجل ہے
مقرر روز بادا اس عمل ہے
عوض مین اوسکی ہی مجھ پر بیداد
گئی میری سبب سے جان فرہاد

اگرچہ تشنگی نے بھی ستایا
خیال اوسکی ہے لیکن دل مین آیا
کہ یہ دلبر جو ہے بدتر سے بیخواب
جگاؤن مین جو اوسکو اسکی آب

جو دیکھی تن پہ سیری زخم کاری ... کیا تھا کیا کیا آہ و زاری
یہی بہتر نہ اوسکو آگہی ہو ... کروں رخصت میں اب جان حزیں کو

غرض آخر ہوا یوں وہ وفادار ... کیا رہتا شیرین کو نہ بیدار
بہا جو سیل خون گرم اوسکا ... ہوئی بیدار شیرین دیدہ پر نم

اوٹھی گھبرا کے وہ دلدار بیتاب ... کہ دیکھا خود اوسی ہمگین خواب
جو چادر سے کہ خسرو سی اوتاری ... تو کشتہ پائی بس اوسکو بچاری

کہ ای سلطان ملک آشنائی ... گوارا تو نے کی میری جدائی
کیا کس نے یہ تجھ پر ظلم و بیداد ... پسند آئی یہ کسکو میری فریاد

ہوا کون اب مرا غارتگر ہوش ... کہ ہمیں نہیں تجھ میں ہی یہ ہوش
نہیں طاقت کہ یہ صدما وٹھاؤں ... یہ بہتر ہے کہ تیرے ساتھ جاؤں

ہی کچھ دیر گرم آہ و زاری ... دکھائی دل نے کیا کیا بیقراری
گلاب و مشک و عنبر کر مہیا ... وہ خون آلودہ جسم شاہ دہویا

ہوئی فارغ جو غسل کی شست و شو سے ... ہوئی پھر شستہ خون رنگ کے بو سے
اوسی شیرو نے بھیجا پیغام ... کہ دل کا شاد رکھہ تو آہ و آرام

تو دیکھ یہ غمگین چار و ناچار ... سمجھ بیٹھی کہ کو بنیاد دست غمخوار
بناؤں تجکو اپنی سر کا افسر ... شبستان ہو تیری خوشی منور

کروں خسرو سی بہتر دوستداری ... گرین باہر و خد تنگداری
ہوا شیرین کو غم سنکر نہایت ... تالی اب لیکن کچھ شکایت

بہت کچھ بلکہ ظاہر آشتی کی ... بتائی تا نہ کچھ دست تعدی
پھر آخر جو کہ تھا اسباب خسرو ... زر و گوہر متاع بی بہا کو

شیرین نے شاہ پر جانکو نثار کیا اور وفا کا نام رکھ لیا

فقیروں کو بلا کر دی دیا سب ... نثار جان شاہنشہ کیا سب

کٹی شب صبح نکلی پھر جگر چاک ... اوڑائی سر پر اپنے سر خاک
ہوئی سب مجتمع سرداران ایشان ... کیا ماتم ہر ایک سب نے آہ و افغان

منگا کر مہد اوسند زرین عماری ... اوڑا کی سب نے رسم شہریاری
بزم خسروان پارسی عہد ... کیا لاشہ میان گوہرین مہد

جڑی اوس میں پر تخت زر ... کیا ترتیب یکسر لعل و گوہر
اوٹھا کر اپنی کاندھی پر سب اوسکو ... چلی زینت سے لیکر نعش خسرو

پیادہ سب ہوئے سردار ذیشان ... تگرد مہد تھی نالان و گریان
یہ کہتی تھی کہ ای شاہ معظم آہ ... کہاں ہے اب ترا تاج و علم آہ

کوئی کہتا کہ ای فخر سلاطین ... سر افرازان چین بیتاب پینا
کہاں تیرا وہ سب جاہ و حشم ہے ... کہاں بزم طرب اور جشن جم ہے

یہاں تک بارے بد تھا غم سینہ ... کہ انگشت اوسنے کی اپنی یہ دیدہ
یہ کہتا تھا کہ شاہنشہ کہاں ہے ... بجز خسرو کے کون اب قدر دان ہے

خبر آئی سیدی جان عجب تھی ... نہ امید اوسکو تھی پھر زندگی کی
یہاں تک محو بیتابی تھا سپاہ ... خیال عشق و دنیا سب کیا دور

کھلی سر تھی کنیزان و غلامان ... اور اوس حلقے میں تھی شیرین خراماں
مگر صورت عروسانہ بنائے ... حنا ہاتھوں میں وہ اپنے لگائے

رن سرخ جوڑا اوسکی بر مین — کسنجا سر پہ تھا اوسکی جسم تر مین
لگائی مشک و عنبر نے بدن مین — لگی آراستہ زیور بدن پہ

بنائے کچھ عجب مستانہ انداز — چلی جاتی تھی وہ پر ناز
یہ حالت دیکھکر اک جہان حیران — بصد حیرت یہ تھی آپس مین گویان

الہیا رسم زمانہ ہی کہ شیرین — نہین کچھ یہ مرگ خسرو سے غمگین
ہوئی آمادہ سیر پہ کہ دلکو — کہ شیرین اب یقین سے پھر ان ہو

سر مرقد غرض وہ سیم بر آکر — جنازہ رکھدیا گنبد مین لاکر
دد و روپہ صف بصف استادہ تھی سب — سنو احوال شیرین کا ذرا اب

لگے کہنے اجازت کچھ یہان — قدم شہ کی مین آنکھون سے لگاون
کہ اب دلکو بھی سیری ہوس ہے — کر اس دیدار آخر پر تو بس ہے

کہا سب نے سخن ہی یہ ضروری — کہ آخر کو ہوئی ہے تجسس دوری
ہوئی گنبد مین داخل وہ چلی پھر — لیے پوشیدہ تھی اک دشنۂ تیز

کشادہ کر کے اونے مہد خسرو — جو دیکھا اوسکی سب زخم جگر کو
جراحت پر دیا اک بوسہ سکی — کیا آہ بدن کو اوسکا مرہم

جراحت شاہ کی تن پہ تھا جو جا — بدن پر اپنے بھی پہر دشنہ مارا
ہوئی بسینہ پہ ہم آغوش — رخ شہ پر تھا رخ اور دوش بردوش

ہوئی اسطور وصل شہ سے دو ہم — ہوئی قربت عدم مین بھی میسر
چلی پھر وہ اپنے یار تک یاد — ہوئی ہے حسرت ساکہ دیو شاد

پھر آیا اہر باران سے ہوش — نمایان سب سے تھا طوفان جوش
خبر پائی یہ سب زاد وہ نے جب — لگی کرنے برابر اون کا ماتم

پکارے سب کہ شیرین بھی ہے خونریز — کہ کیا خوبی سے دی ہے جان شیرین
جو داماد و عروس سنگ کے دام — بہم آپس مین ایسے وفا

خدایا رحم کر تو اونکی جان پر — رہے نام اونکا اس جہان پر
اوٹھا کر مہد دونون کو باہم — کیا دفن ایک تربت مین بصد غم

جڑی تربت پہ اونکی لعل و گوہر — مرصع کردیا گنبد کو یکسر
پھری وہ زادہ سب داغ غمناک — یقین سمجھے کہ کیسی ہے جہان خاک

نہین لازم ہی اس سے دل لگانا — کہ حال اسکا ہی سب جانا
اگر ہو مرد دانا یا کہ زن ہو — عبث وہ زندگی پر لاف زن ہو

صداقت ہی یہ بیک اجل کی — نہ رکھو آج تم امید کل کی
یہ بہتر ہے کرون ختم بیان مین — سمند کلک کی روکہ عنان مین

خاتمہ کتاب اور شکر رب الجناب

کہ پھر یادگار اتنا ہی بس ہے — زیادہ یادہ گوئی اک ہوس ہے

یہ کیون گو بند شاد اب ہو سلو — کہ ہے تو حقیر و بے پر شاہ
بڑی بھائی تہی سو داد مرد صفی — ہے اوس مرحوم سے تعلیم سیری

بجالاتا ہون شکر رب غفار — کہ سہل اوسنے کیا یہ کار دشوار
بجز تائید فضل کبریائی — کسی کی ہی طاقت عقدہ کشائی

ہیں مالک حقیقت میں کچھ نکو — کیا جو نظم ایسی داستان کو
نصیب اپنے یہی کچھ فیض استاد — سخن ایسا کہا دل جس سے ہو شاد

ہو مقصد کا خوبی سے سر انجام	بر آئی آرزو حاصل ہوا کام	فضا اپنا تخلص جو کیا ہے	اسی سے نام گلزار فضا ہے
شمار اشعار کا بھی کر لیا سب	ہوئے کل دو ہزار او سات سو دو	ہوا ہے فضل حق اب سر بسر کل	مرے احباب کا مقصد ہو حاصل
جو دیکھا لفظ فضا تجکو دعا ہے	خدا محنت کا تیری یہ صلا دے	جو اب اس نظم کو تو نے کیا ختم	تو لکھہ تاریخ یہ قصہ ہوا ختم ۱۲۶۲ھ

قطعہ تاریخ رشک انوری و خاقانی خوشنویس خفی و جلی جناب منشی اشرف علی تخلص اشرف

پھر ہوئی مطبوع گلزار فضا	شمع بزم سخندانی ہے یہی	اشرف رنگین بیاں تاریخ طبع	لکھہ چھپی ہے کیا ہی بہتر مثنوی ۱۲۹۴ھ

تاریخ طبع از شیرین مقال منشی شنکر دیال صاحب تخلص فرحت

پڑھی یہ مثنوی جسنے کہا واہ	عجب نظم گہر بار فضا ہے	یہ تاریخ اوسکے چھپنے کی ہے فرحت	کہ چھاپی عمدہ گلزار فضا ہے ۱۲۹۴ھ

قطعہ تاریخ طبع از صاحب ذہن و ذکا منشی رام سہای تمنا خلف منشی پورنچند

اب شام اودہ میں پھر چھپا ہے	تصنیف فضا عجیب قصہ	سال ہجری لکھا ہی تمنا	وہ نظم چھپا عجیب قصہ ۱۲۹۴ھ

قطعہ تاریخ طبع از لالہ دوارکا پرشاد صاحب خلف منشی پورنچند صاحب ساکن نوستہ

منشی ہیں گوبند پرشاد اہل علم	مثنوی کیا نظم کی ہے انتخاب	آجکل شام اودہ میں پھر چھپی	جسکے ہے جیسے بہار آب و تاب
نظم اردو میں ہے نادر مثنوی	دلفریب و بے مثال و لاجواب	کا نگر فرق الم سمبت یہ لکھا	چھپ گئی شیرین و خسرو کی کتاب

قطعہ تاریخ طبع از لالہ ماتا پرشاد صاحب نکہت خلف منشی پورنچند صاحب ساکن نوستہ سمبت ۱۹۳۴

ہے حسین قصۂ شیرین و خسرو	چھپی پھر مثنوی کیا خوب نایاب	ہے نکہت سال عیسی ہے سرآہ	نفیس و دلکش و مرغوب و نایاب ۱۸۷۷ع

قطعہ تاریخ طبع از کنور برج لال صاحب خلف راجہ بہاری لال صاحب

فضا کی مثنوی شیرین و خسرو	ہر اک مشتاق کو ہے لیسے مطلوب	لکھو سمبت کی سن تجہم اسطرح کم	چھپی اب کیا ہی عجب و مرغوب سمبت ۱۹۳۴

تمت

اعلان

واضح ہو کہ مصنف صاحب نے حق تالیف اسکا بندے رادہے لال کو ھبہ کیا ہے لہذا کوئی صاحب مطبع یا تاجر کتب قصد اس مثنوی کی چھاپنے یا چھپوانیکا نفرمائیں الغرض نفع نقصان نا دیکھائیں جسقدر مطلوب ہوں بمقام چوک دکان بندہ سے خرید کریں